ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

44

www.tanzeem.org

12 تا 18 نومبر 2013ء / 7 تا 13 محرم الحرام 1435ھ

اس شمارے میں

کیا امریکا آخری ضرب لگانے والا ہے

رہ گئی رسم اذاں......

اللہ کی پارٹی ...... کردار و اعزاز

خدا بچائے ......

ملالہ سے عافیہ تک

ایبٹ آباد آپریشن : سیمور ہرش کے انکشافات

کون ہے؟ کوئی ہے؟ کوئی تو ہو!

انسدادِ فحاشی: ایک اہم دینی تقاضا

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلام کا رشتہ

”......اے برادرانِ ملت! یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت تھی‘ جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کر دیا تھا۔ اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا‘ مگر صحرائے افریقہ میں اس کی پکار بلند ہوئی۔ اس کی دعوت کی صدا جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی مگر دیوار چین سے صدائے اشهد ان لا اله الا الله کی بازگشت گونجی۔ تاریخ کی نظریں جس وقت دجلہ و فرات کے کنارے پیروان اسلام کے نقش قدم گن رہی تھیں‘ عین اسی وقت گنگا اور جمنا کے کنارے سینکڑوں ہاتھ تھے جو خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونے کے لئے وضو کر رہے تھے۔ یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے‘ جن کو شیطان رجیم کی تفرقہ اندازیوں نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا‘ لیکن خدائے رحیم نے ان صدیوں کے بچھڑے ہوئے دلوں کو ایک دائمی صلح کے ذریعہ پھر ایک جگہ جمع کر دیا اور ان کے روٹھے ہوئے دلوں کو اس طرح ایک دوسرے سے منا دیا کہ تمام پچھلے شکوے اور شکایتیں بھول کر ایک دوسرے کے بھائی اور شریک رنج و راحت ہو گئے۔ ”اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر نازل کی گئی‘ جب کہ تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اسلام نے تمہارے دلوں میں محبت و الفت پیدا کر دی اور تم دشمن کی جگہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو گئے۔“

دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں‘ مگر اسلام کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جائے‘ بعید نہیں کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کر دے‘ ہوسکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت‘ خون اور نسل کے باندھے ہوئے پیمان وفا و محبت ٹوٹ جائیں۔ مگر جو رشتہ ایک چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے‘ ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے اور ایک ہندوستان کے نومسلم کو مکہ معظّمہ کے صحیح نسب قریشی سے پیوست و یک جان کرتا ہے‘ دنیا میں کوئی طاقت نہیں ہے جو اسے توڑ سکے اور اس زنجیر کو کاٹ سکے‘ جس میں خدا کے ہاتھوں نے انسانوں کے دلوں کو ہمیشہ کے لئے جکڑ دیا ہے۔“

تحریر: مولانا ابوالکلام آزاد

ماخذ: خطبۂ کلکتہ 27 اکتوبر 1914ء

الھدیٰ (586)
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الحِجر

(آیات:1 تا 3)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ۝ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ۝ ذَرۡہُمۡ یَاۡکُلُوۡا وَ یَتَمَتَّعُوۡا وَ یُلۡہِہِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ۝

آیت ۱ ﴿الٓرٰ﴾ ’’ا،ل،ر۔

حروفِ مقطعات کا یہ سلسلہ سورۂ یونس سے شروع ہوا تھا۔ پانچ سورتوں کے آغاز میں الٓرٰ کے حروف ہیں اور ایک سورۃ (الرعد) میں الٓمّٓرٰ۔ یہ اس سلسلہ کی چھٹی اور آخری سورت ہے۔ ﴿تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ①﴾ ’’یہ (اللہ کی) کتاب اور قرآنِ مبین کی آیات ہیں۔‘‘

آیت ۲ ﴿رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ②﴾ ’’ایک وقت خواہش کریں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔‘‘

ایک وقت آئے گا کہ ان لوگوں کے لیے ان کا کفر موجب حسرت بن جائے گا۔

آیت ۳ ﴿ذَرۡہُمۡ یَاۡکُلُوۡا وَ یَتَمَتَّعُوۡا﴾ ’’(اے نبی ﷺ!) چھوڑ دیجیے ان کو یہ کھا پی لیں اور فائدہ اٹھالیں‘‘

زمین میں جو مہلت انہیں ملی ہوئی ہے اس میں خوب مزے کر لیں۔

﴿وَ یُلۡہِہِمُ الۡاَمَلُ﴾ ’’اور (لمبی لمبی) امیدیں ان کو غافل کیے رکھیں‘‘

اَلۡھٰی، یُلۡھِی، اِلۡھَاءٌ کے معنی ہیں غافل کر دینا۔ سورۃ التکاثر میں فرمایا گیا: ﴿اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ① حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ②﴾ ’’غافل کیے رکھا تمہیں کثرت کی خواہش کے مقابلے نے، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں‘‘۔ انسان کے لمبے لمبے منصوبے بنانے کو ’طولِ اَمل‘ کہتے ہیں۔ جب انسان اس گورکھ دھندے میں پڑ جائے، تو خواہشوں اور آرزوؤں کا یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا، مگر زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے: ((مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیۡرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلۡھٰی))(مسند احمد) یعنی اگر کوئی شے کم ہے لیکن آپ کو کفایت کر جائے، آپ کی ضرورت اس سے پوری ہو جائے تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو آپ کی ضرورت سے زیادہ ہو اور آپ کو اپنے خالق اور مالک کی یاد سے غافل کر دے۔

اگر مال و دولت کی ریل پیل ہے، رزق اور سامانِ آسائش کی فراوانی ہے، کبھی کوئی حاجت پریشان نہیں کرتی، کوئی محرومی، کوئی نارسائی اللہ کی یاد تازہ کرنے کا سبب نہیں بنتی، تو ایسی حالت میں رفتہ رفتہ انسان کے بالکل غافل ہو جانے کے امکانات ہوتے ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ اتنا ملے جس سے ضرورت پوری ہو جائے اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے۔ لیکن اس قدر فراوانی نہ ہو کہ غفلت غلبہ پالے۔

﴿فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ③﴾ ’’تو عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔‘‘

فرمان نبویؐ

قیامت سے پہلے قتلِ عام ہوگا

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَکۡثُرَ الۡھَرۡجُ)) قَالُوۡا وَمَا الۡھَرۡجُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ؟ قَالَ: ((اَلۡقَتۡلُ، اَلۡقَتۡلُ))

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ’ہرج‘‘ کی کثرت نہ ہو جائے‘‘۔ حاضرین نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ ’ہرج‘‘ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’قتل، قتل۔‘‘ (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

تشریح: اس حدیث میں غالباً ہمارے اس الحاد و مادیت کے پُرفتن دور کی طرف اشارہ ہے جس میں انسانی جان کا ذرہ بھر احترام باقی نہیں رہا۔ بڑی بڑی سامراجی حکومتوں اور عہد حاضر کے آمروں اور ڈکٹیٹروں نے محض اپنی کرسی اور وقار کی خاطر لاکھوں اور ہزاروں انسانوں کو تہ تیغ کیا ہے۔ اشتراکی نظام کے سرخ محافظوں نے جس بے رحمی اور درندگی کے ساتھ خون کی ندیاں بہائی ہیں پوری انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مغربی لیڈروں اور سرخ ڈاکوؤں کے رحم و کرم پر جینے والے ایشیائی حکمرانوں نے اپنے اپنے ملکوں اور خود اپنی قوموں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے اس نے انسانیت کی عزت و آبرو خاک میں ملا دی ہے۔ بے خدا تہذیب کے غلبہ کی وجہ سے مسلمان معاشروں میں بھی معمولی معمولی باتوں پر مشتعل ہو جانا اور قتل کر دینا عام ہو گیا ہے۔ امریکا گزشتہ ربع صدی میں عالمِ اسلام میں خون کی ندیاں بہانے میں مصروف ہے۔ یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ دنیا کا نظام اپنی عمر کے آخری دور میں ہے اور قیامت کا نظام بہت جلد نمودار ہونے والا ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

12 تا 18 نومبر 2013ء — جلد 22
7 تا 13 محرم الحرام 1435ھ — شمارہ 44

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون:36316638-36366638 فیکس:36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت:36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون:03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا ایوب بیگ

کیا امریکہ پاکستان کو آخری ضرب لگانے کو ہے؟

حکومت پاکستان اور تحریک طالبان پاکستان کے درمیان مذاکرات ہوا چاہتے تھے کہ امریکہ نے تحریک طالبان پاکستان کے قائد حکیم اللہ محسود کو میزائل حملے کا نشانہ بنا دیا۔ پاکستانی عوام کی اکثریت نے اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ اس کی قطعی طور پر یہ وجہ نہ تھی کہ حکیم اللہ پاکستان میں کوئی بڑی مقبول اور ہردلعزیز شخصیت تھی۔ درحقیقت اہل پاکستان نے اس بات کو سمجھا کہ یہ کسی ایک فرد کا قتل نہیں ہے بلکہ یہ امن مذاکرات پر ڈرون حملہ تھا۔ اس حملہ سے امریکہ نے امن کے عمل (peace process) کو قتل کیا ہے۔ امریکی عزائم پاکستانیوں پر واضح ہوگئے کہ امریکہ پاکستان میں امن نہیں چاہتا۔ وہ دہشت گردی کے ذریعے پاکستان کو غیر مستحکم کرنا چاہتا ہے اور پاکستان کے حقیقی اور اصلی دشمن کا رول ادا کر رہا ہے۔ پاکستانی عوام کا ردعمل اتنا شدید تھا کہ پاکستان سے متعلق امریکی ادارے ششدر رہ گئے۔ یہاں تک کہ پاکستان کے الیکٹرانک میڈیا پر قابض سیکولر عناصر دفاعی بلکہ پسپائی کی پوزیشن پر چلے گئے۔ لیکن جب دینی جماعتوں نے حکیم اللہ محسود کو شہید قرار دیا تو شیطانی ذہنیت نے عوام کی اصل مسئلہ سے نظریں ہٹا کر (یعنی امریکہ کا امن مذاکرات کو سبوتاژ کرنا) شہید اور ہلاک کی بحث شروع کر دی جو تا حال جاری ہے۔ پاکستان کے سیاست دانوں میں صرف عمران خان نے اصل مسئلہ پر توجہ مرکوز کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ امریکی جنگ سے نکلے اور نیٹو سپلائی کو بند کیا جائے۔ انہوں نے پختونخوا اسمبلی سے قرارداد منظور کروائی اور خود بھی قومی اسمبلی میں اعلان کیا کہ اگر مرکزی حکومت اس حوالہ سے کوئی فیصلہ نہیں کرتی تو وہ 20 نومبر کے بعد پختونخوا کے راستے سے نیٹو افواج کی رسد کو بند کر دیں گے۔ ادھر تحریک طالبان پاکستان نے مولوی فضل اللہ کو اپنا نیا امیر چن لیا ہے جو کنڑ میں مقیم ہیں۔ انہیں حکومت افغانستان کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے مطابق مولوی فضل اللہ افغان حکومت کی تائید اور تعاون سے پاکستانی علاقوں پر حملے اور دہشت گردی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ بات درست ہے یا غلط، البتہ میڈیا کو سنہری موقع ہاتھ لگا ہے کہ پاکستانی عوام کے اذہان میں انتشار اور کنفیوژن پیدا کرے اور مذاکرات کے مخالفین اب گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہے ہیں کہ اب تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ مذاکرات کیسے ممکن ہیں۔

ہم دیانت داری سے یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کو اس ڈرون حملہ سے حکیم اللہ محسود کو نشانہ بنا کر ایک بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے اور اس کے مقاصد اس کی اپنی توقع سے بڑھ کر پورے ہوئے ہیں۔ پاکستانی معاشرہ بُری طرح تقسیم اور انتشار کا شکار ہو گیا ہے۔ اگر پختونخوا کی حکومت 20 نومبر کے بعد نیٹو سپلائی بند کر دیتی ہے تو مرکز اور صوبہ کی کشیدگی کیا صورت اختیار کرے گی، اس کا تصور بھی لرزا دینے والا ہے۔ تحریک طالبان پاکستان یہ اعلان کر چکی ہے کہ وہ پنجاب اور مسلم لیگ (ن) کے مفادات پر حملے کرے گی اور انہیں نشانہ بنایا جائے گا۔ اس صورتحال میں دینی جماعتیں اور تحریک انصاف کیا موقف اور طرزِ عمل اختیار کریں گے یہ ایک انتہائی پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اس دوران بلدیاتی انتخابات میں خونریزی اور قتل و غارت کے امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہ کہ حکومت پاکستان جو پہلے ہی مذاکرات کے حوالے سے متذبذب تھی اور نیم دلی سے معاملات کو آگے بڑھا رہی تھی اسے یہ دلیل فراہم کر دی گئی ہے کہ ہم ایسی تحریک سے کیسے مذاکرات کریں، جس کا قائد ہمسایہ ملک میں بیٹھ کر ہمارے سکیورٹی اداروں پر حملہ کر رہا ہے اور یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ پاکستان افغانستان سے یہ مطالبہ کر چکا ہے کہ ملا فضل اللہ کو ہمارے حوالے کیا جائے۔

تحریک طالبان سے مذاکرات اور ان سے ڈیل کرنے کے حوالہ سے مذہبی طبقے میں بھی تقسیم موجود ہے۔ دیوبندی اور اہل حدیث ان سے مذاکرات اور معاملات طے کرنے کے زبردست حق میں ہیں جبکہ بریلوی اور

اہل تشیع ان کے خلاف فتوے صادر کر رہے ہیں۔ یہ اختلافات پیدا کرنے اور بڑھانے میں امریکہ نے بہت بڑی سطح پر سرمایہ کاری بھی کی ہے اور خاصی محنت بھی کی ہے۔ پاک ایران سرحد پر گزشتہ دنوں کچھ واقعات پیش آ چکے ہیں جن پر ایران نے شدید ردعمل کا اظہار کیا اور حکومت پاکستان کو اپنی تشویش سے آگاہ کیا ہے۔ حکیم اللہ محسود کے قتل کے حوالے دوسرے روز سے کراچی میں جاری قتل و غارت اور ٹارگٹ کلنگ میں اضافہ ہوا ہے اور اسے شیعہ سنی لڑائی کا رنگ دیا گیا ہے تاکہ ایران کو مشتعل کیا جاسکے۔

ہمیں اس صورت حال سے ایک بہت بڑے خطرے کی بو آ رہی ہے۔ ہماری رائے میں امریکہ نے پاکستان کی سالمیت پر آخری اور کاری ضرب لگانے کا حتمی فیصلہ کر چکا ہے۔ امریکہ کی ایران سے تعلقات میں کشیدگی کو کم کرنے کی حالیہ کوشش بلاوجہ اور بلاجواز نہیں۔ قارئین کو یاد ہوگا جب بھٹو دور میں تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ آخری مرحلہ میں داخل ہوئی اور ملکی سلامتی کی صورت حال غیر یقینی ہوئی تھی تو ایران بلوچستان کی سرحد پر فوج لے آیا تھا۔ لہٰذا ہم اسے بعد از قیاس نہیں سمجھتے کہ ایران کو بلوچستان کے وسائل میں حصہ دینے کا لالچ دے کر پاکستان کے خلاف ساتھ ملا لیا جائے۔ اگرچہ اسے دور کی کوڑی لانا کہا جا سکتا ہے تاہم ہمیں اس کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ لائن آف کنٹرول پر جھڑپیں اور چھیڑ چھاڑ کئی ماہ پہلے شروع ہو چکی ہے اور بھارت مسلسل اشتعال انگیزی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ پاکستان کو غیر مستحکم کرنے اُس کی جغرافیائی سلامتی پر ضرب لگانے کے لیے اگر امریکہ میدان میں آتا ہے تو بھارت سے زیادہ خوش کون ہو گا۔ بھارت اس منصوبہ بندی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا۔ ادھر بی بی سی نے ایک درفنطنی چھوڑی ہے کہ سعودی عرب نے پاکستان کے ایٹمی منصوبے میں سرمایہ کاری کی ہوئی ہے لہٰذا وہ جب چاہے پاکستان کے ذریعے ایٹمی صلاحیت حاصل کر سکتا ہے۔ گویا اگر ایک طرف پاکستان کے خلاف گلوبل سطح پر ایک محاذ بنا لیا گیا ہے اور دوسری طرف اندرون پاکستان خلفشار کی کیفیت ہے جو ہر نئے واقعہ سے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

ہمارے حکمرانوں کا رویہ خوشامد اور امریکی خواہش پر قدم بہ قدم پسپائی ظاہر کر رہا ہے۔ امریکہ ہمارے حکمرانوں کی بزدلی اور نااہلی سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے جارحانہ انداز کو بڑھاتا چلا جا رہا ہے اور اس کی سٹریٹجی یہ معلوم ہوتی ہے کہ پاکستان کو ایسے کارنر کر دیا جائے اور اندرونی و بیرونی سطح پر دباؤ اتنا شدید کر دیا جائے کہ پھر کوئی آواز آئے ''سب سے پہلے پاکستان'' اور اپنا کُل ایٹمی اثاثہ لیبیا کی طرح امریکہ کے حوالے کر دیا جائے، تاکہ ایٹمی صلاحیت نہ سہی پاکستان تو بچ جائے، لیکن یہ یاد رہنا چاہیے کہ ایٹمی اثاثے امریکہ کے حوالے کر کے نہ لیبیا بچا نہ پاکستان بچ سکے گا۔ لہٰذا انتہائی دانائی اور ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحریک طالبان پاکستان سے اختلافات کو مذاکرات کے ذریعے طے کر لینا چاہیے۔ تحریک طالبان پاکستان کا اہم ترین مطالبہ یہ ہے کہ پاکستان میں شریعت نافذ کی جائے۔ آخر ہمیں اس مطالبے کو تسلیم کرنے میں کیا رکاوٹ ہے جبکہ قوم کی اکثریت برملا طور پر تسلیم کرتی ہے کہ پاکستان کی تحریک اسلام کے نام پر اٹھائی گئی تھی اور اسلام ہی نظریۂ پاکستان تھا، ہے اور رہے گا۔ کاش ہم سمجھ جائیں کہ ہم اس حالت کو پہنچے ہی اس لیے ہیں کہ ہم نے صراطِ مستقیم کو ترک کر دیا اور اسلامی نظام کی بجائے اقتدار اور دولت کی ہوس میں طاغوتی نظام کو اپنے سروں پر مسلط کر لیا۔ موجودہ نظام کے خلاف بغاوت اور اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام ہی ہمیں دنیا اور آخرت میں سرخرو ہونے کی ضمانت دے سکتا ہے۔

بیابہ مجلس اسرار

اجتماعِ جمعہ —— رہ گئی رسمِ اذاں......

درحقیقت یہ نظامِ جمعہ جس کو ہم نے ایک رسم بنا لیا، ایک نہایت عظیم اور مبنی برحکمت نظام ہے۔ اس معاملے میں تو شاید مسلمانوں کو دنیا کی کوئی قوم بھی مات نہ دے سکے کہ بڑی سے بڑی چیز کو ایک رسم بنا کر رکھ دینا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے —— نتیجہ یہ ہے کہ اعمال کی محض صورت اور شکل باقی رہ جاتی ہے اور اس کی روح غائب! یہ بات نظروں کے سامنے رہتی ہی نہیں کہ وہ عمل کس لیے تھا، اس کا مقصد کیا تھا؟ بس عمل کی ظاہری صورت باقی رہتی ہے اور اس کی حیثیت ایک رسم (Ritual) سے زیادہ نہیں ہوتی ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی!

اسی طرح کا معاملہ اجتماعِ جمعہ کا ہے۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی مسلمانوں میں ابھی کثیر تعداد میں وہ لوگ موجود ہیں جو جمعہ کے لیے بڑے اہتمام سے تیار ہو کر آتے ہیں، نہا دھو کر، اچھے صاف ستھرے کپڑے پہن کر، خوشبو لگا کر آتے ہیں، لیکن یہ بات بالعموم پیشِ نظر نہیں ہوتی کہ اس نظام جمعہ کا اور اس سب اہتمام کا حاصل کیا ہے، اس کی غرض و غایت کیا ہے، اس کی حکمت کیا ہے! —— اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اس جمعہ کی اصل اہمیت خطبہ جمعہ کی وجہ سے ہے، ورنہ جمعہ کی نماز میں فرض رکعتوں کی تعداد نمازِ ظہر سے بھی نصف رہ جاتی ہے جس کا کہ وہ قائم مقام بنتی ہے۔ نماز ظہر کی چار رکعتیں ہیں جب کہ نماز جمعہ میں کل دو رکعات فرض شامل ہیں۔ گویا نماز کی رکعتوں کی تعداد کم ہو گئی۔ جمعہ کو جس چیز نے ''جمعہ'' بنایا ہے وہ خطبۂ جمعہ ہے، اور خطبۂ جمعہ کی غرض و غایت کیا ہے، اسے مسلم شریف کی ایک روایت کے حوالے سے سمجھئے کہ حضور ﷺ نے خطبہ جمعہ میں کیا کیا کرتے تھے؟ —— ''كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ'' —— ''آپ ﷺ قرآن کی تلاوت فرمایا کرتے تھے اور لوگوں کو تذکیر فرماتے تھے' یاددہانی کیا کرتے تھے۔ یہ تذکیر بالقرآن وہی ہے جس کا ذکر سورۃ قٓ کی آخری آیت میں آیا ہے۔ ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝﴾ یعنی ''اے نبی! اس قرآن کے ذریعے سے تذکیر فرمایئے (اور یاددہانی کراتے رہیے) ہر اُس شخص کو جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔''

اللہ کی پارٹی اور اُس کا کردار و اعزاز

سورۃ المجادلہ کی آیات 20 تا 22 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے یکم نومبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص!

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! سورۃ المجادلہ ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ پچھلے جمعہ اس کی آیات 12 تا 19 کی روشنی میں حزب الشیطان کا تذکرہ ہوا تھا۔ آج حزب اللہ اور اُس کے اوصاف کا بیان ہوگا، ان شاء اللہ۔ اس سورۂ مبارکہ میں حزب الشیطان کے حوالے سے جن لوگوں کا ذکر ہوا وہ نہ تو یہود و نصاریٰ ہیں اور نہ مشرکین (اگرچہ وہ حزب الشیطان کا حصہ ہیں اور یہود تو بطور خاص حزب الشیطان میں قائدانہ کردار ادا کر رہے ہیں تاہم یہاں وہ زیر بحث نہیں۔) بلکہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ ہیں جن کی محبتیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہیں، جن کے تعلقات ان کے ساتھ ہیں، جو ان کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔ یہ منافقین ہیں جو بظاہر مسلم سوسائٹی کا حصہ ہیں۔ ان کی شناخت کا مرکزی نکتہ ہی یہ ہے کہ ان کی دوستیاں اسلام دشمن قوتوں، یہود (و نصاریٰ) کے ساتھ ہیں، جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ پھر یہ کہ وہ بہت کثرت سے جھوٹ بولتے ہیں، تاکہ ان کی غلط روی اور کج روی پر پردہ پڑا رہے۔ مزید براں جھوٹی قسمیں اٹھانا ان کا وتیرہ ہے۔ ان لوگوں کے لیے اللہ نے بہت سخت عذاب تیار رکھا ہے۔ یہ لوگ دنیا میں تو اپنے منصوبوں اور حکمت عملی میں بظاہر کامیاب رہے کہ مسلمانوں کا حصہ بھی شمار ہوتے رہے اور اللہ اور اُس کے دین کے دشمن قوتوں کے ساتھ دوستیاں بھی رکھیں، ان کے ایجنڈا کو بھی آگے بڑھاتے رہے۔ لیکن یہ آخرت کے رسوا کن انجام سے نہ بچ سکیں گے۔ اُن کے لیے جہنم ہی کافی ہے۔ ان پر شیطان نے تسلط جمالیا ہے۔

آگے انہیں کے بارے میں مزید تبصرہ فرمایا اور راہنمائی دی:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ⑳ ﴾

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے"

یہود و نصاریٰ اور ہنود تو اسلام کے کھلے کھلا مخالف ہیں۔ منافقین جو مسلمانوں کا حصہ ہونے کے باوجود اللہ و رسول ﷺ کے خلاف محاذ آرائی کر رہے، اور اللہ، رسول ﷺ اور اسلام دشمن قوتوں کا ساتھ دے رہے ہیں، اُن کا انجام ذلت و رسوائی ہے۔ دنیا میں بھی ان کی سازشیں بالآخر ناکام ہو کر رہیں گی۔ آگے فرمایا:

﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ㉑ ﴾

"اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بیشک اللہ زورآور (اور) زبردست ہے"

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی اُس سنت کا اعلان فرمایا ہے کہ جو ازل سے اُس نے لکھ دی ہے کہ اس کے رسول اور حزب الشیطان کے درمیان جو کشمکش ہوگی، اُس میں غلبہ و کامرانی بالآخر اُس کے رسولوں ہی کے حصے میں آئے گی اور حق مخالف قوتوں کو ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا۔ منافقین جو کفار کا ساتھ دے رہے ہیں، بالآخر انہیں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا اور غلبہ محمد رسول ﷺ کو ہی حاصل ہوگا۔ یہ اللہ کی سنت ہے۔ وہ دنیا میں بالآخر اپنے رسول ہی کو غلبہ عطا فرماتا ہے۔ اس غلبہ کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ ایک شکل تو یہ ہے کہ رسول کی دعوت کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہو جائے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں اللہ تعالیٰ کافر قوتوں (جنہوں نے اسلام کا راستہ روکنے میں پورا زور لگا لیا) کے مقابلے میں حضور ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کی قدم قدم مدد فرماتا رہا۔ اگرچہ آپ ﷺ انتہا درجے کی مشکلات سے گزرے، آپؐ کو سخت ترین آزمائشوں اور امتحانات کا سامنا کرنا پڑا، ہر طرح کی سختیاں اور صدمات جھیلنے پڑے، لیکن بالآخر غلبۂ حق کی کی منزل آگئی، کہ مکہ فتح ہوگیا اور جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کا دین قائم و غالب ہوگیا۔ بعدازاں آپؐ نے اپنی حیات طیبہ کے دوران ہی غلبۂ دین کے بین الاقوامی مرحلے کا آغاز بھی غزوۂ تبوک کی شکل میں فرمادیا۔ غلبہ کی دوسری صورت رسول کی تکذیب کرنے والی قوم کو عذاب استیصال سے دوچار کر کے رسول اور اُن کے ساتھیوں کو دشمنوں سے بچانا ہے۔ حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ ؑ نے ساری عمر اپنی قوم کو دعوت دی، اللہ کا پیغام پہنچایا ہے، مگر قوم نے سخت مخالفت کی۔ حضرت نوح علیہ السلام تو ساڑھے نو سو برس تک قوم میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، لیکن آپؑ پر ایمان لانے والے معدودے چند افراد ہی تھے۔ بحیثیت مجموعی قوم نے آپؑ کا ساتھ نہیں دیا۔ لہٰذا اس معنی میں حزب اللہ کی تشکیل نہیں ہوسکی کہ جو ان کے ساتھ مل کر شیطان کے لشکر کے ساتھ سے پنجہ آزمائی کرتی۔ یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ قوم نے یہ فیصلہ کرلیا کہ رسول کو زندہ نہیں چھوڑنا قتل کر دینا ہے۔ رسولوں کی دعوتی زندگی میں جب بھی قوم رسول کے درپے آزار ہوگئی، تب اللہ کی خصوصی مدد آتی رہی۔ رسول اور اس کے ساتھیوں کو بچالیا جاتا رہا، اور پوری قوم کو عذاب ہلاکت

سے دوچار کر دیا گیا۔ یوں غالب اللہ اس کے رسول اور ان کے ساتھی ہی رہے۔ قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے حوالے سے بات آئی کہ: ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰ ﴾ (القمر) ''پروردگار میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں تو (ان سے) بدلہ لے'' تو اللہ کی مدد آئی اور قوم کو تباہ اور عذاب استیصال سے دوچار کر دیا گیا۔ کوئی ایک ذی نفس بھی باقی نہیں رہا۔ اس لیے کہ رسول ساری زندگی دعوت کے ذریعے قوم پر آخری درجے میں اتمام حجت کر چکے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ اس قوم پر حق واضح نہیں ہوا، بلکہ حق واضح ہو گیا تھا، مگر تعصب، ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لا رہے تھے۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ جس شخص کے اندر فطرت کا نور کسی بھی درجے میں موجود ہو وہ گواہی دیتا ہے کہ رسول بات تو سچ کہہ رہے ہیں۔ یہی تو میرے دل میں ہے۔ لیکن پھر تعصبات آڑے آ جاتے ہیں۔ ابو جہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین مخالفین میں سے تھا، اور مخالفت بھی ایسی کہ وہ غزوۂ بدر میں کفار کی قیادت کر رہا تھا۔ لیکن اس کا بھی قول ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بول رہے ہیں، لیکن اگر ہم ان پر ایمان لے آئیں تو ہم ان کے تابع ہو کر رہیں گے۔ جبکہ بنو امیہ اور بنو ہاشم سے ہمارا ایک مقابلہ چلا آتا ہے۔ ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی تو ہم چھوٹے ہو جائیں گے۔ بہرکیف قوم نے جب بحیثیت مجموعی رسولوں کی تکذیب کی تو بالآخر ان کو تباہ و برباد اور عذاب استیصال سے دوچار کیا گیا۔ یہاں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ نبی کو قتل کیا جا سکتا ہے، جیسے کہ بے شمار نبی ایسے ہیں کہ جنہیں بنی اسرائیل نے قتل کیا، مگر رسول کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کی طرف اللہ کے رسول تھے، یہودیوں نے جب سلطنت روما کے ذریعے یہ سازش کی کہ اُن کو سولی چڑھا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزانہ طور پر اٹھا لیا۔ ابھی ان کی عمر بہت کم تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم انکارِ حق کی پاداش میں کامل تباہی سے دوچار نہ ہوئی۔ چنانچہ اب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نزول فرمائیں گے، اور انہی کے ہاتھوں سے یہود کا قلع قمع ہو گا۔ یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ عہدِ رسالت مآب میں اسلام کا غلبہ اِسی سنت الٰہی کا ظہور ہے، جس کے تحت غلبہ اللہ اور اس کے رسولوں ہی کا ہوتا ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں، تب مکہ فتح نہیں ہوا تھا، لیکن اس کے کچھ عرصے کے بعد دنیا نے دیکھا کہ کفار کی تمام تر سازشوں کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی غالب آ کر رہے۔ دعوت حق کے راستے میں بے شمار رکاوٹیں آتی ہیں، مگر بالآخر حزب اللہ ہی کو کامیابی ملتی ہے۔ حزب اللہ اللہ کا لشکر ہے اور اللہ اپنے لشکر کو سُرخرو کرتا ہے، اللہ قوی اور عزیز ہے۔ وہ خود طاقتور بلکہ القوی ہے۔ اس کی حکومت اور اختیار سب پر حاوی ہے۔ سب اُس کے تابع ہیں۔ ہاں کس کو کب تک موقع اور مہلت دینی ہے، یہ اس کا فیصلہ ہے۔ لیکن ہیں سب کے سب اس کے کنٹرول میں۔

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾

''جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے''

حزب الشیطان کے گھناؤنے کردار کے تذکرے

پریس ریلیز 2 نومبر 2013ء — حافظ عاکف سعید

حکیم اللہ محسود کو مذاکرات سے ایک روز قبل شہید کرنے سے امریکی عزائم بے نقاب ہو گئے

تحریک انصاف کے قائد عمران خان اپنے جرات مندانہ وعدوں کے مطابق نیٹو سپلائی بند کریں

حکیم اللہ محسود کو مذاکرات سے ایک روز قبل شہید کرنے سے امریکی عزائم بے نقاب ہو گئے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت اور وہ تمام لوگ جو امریکہ کو اپنا دوست اور اتحادی سمجھتے تھے' ان کی آنکھیں اب کھل جانی چاہئیں اور انہیں جان لینا چاہیے کہ پاکستان کا اولین اور حقیقی دشمن کون ہے اور وہ کسی قیمت پر پاکستان میں امن قائم نہیں ہونے دے گا۔ انہوں نے کہا کہ اب بھی اگر ہم دہشت گردی کے خلاف نام نہاد امریکی جنگ سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو گویا ہم خود پاکستان میں امن نہیں چاہتے۔ انہوں نے تحریک طالبان پاکستان کو بھی مشورہ دیا کہ وہ دشمن کے اس وار کو سمجھیں' مشتعل نہ ہوں اور امن مذاکرات کی طرف پیش رفت جاری رکھیں تاکہ دشمن اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے تحریک انصاف کے قائد عمران خان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے جرات مندانہ وعدوں کے مطابق نیٹو سپلائی کو بند کریں اور وفاقی حکومت کو بھی مجبور کریں کہ وہ اگر ڈرون حملوں کو نہیں روک سکتی تو کم از کم نیٹو سپلائی کو مکمل طور پر روک دے۔

پریس ریلیز 8 نومبر 2013ء

دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننے سے پاکستان کا تورا بورا ہو گیا

حکیم اللہ محسود کو شہید کر کے امریکہ نے ثابت کیا ہے کہ وہ امن کا دشمن ہے
اور قتل و غارت کے ذریعے پاکستان کو غیر مستحکم کرنا چاہتا ہے

ہم نے حکیم اللہ کو شہید کروا کر مذاکرات اور امن کی بجائے قتل و غارت اور خون ریزی کا راستہ ہموار کیا ہے

دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننے سے پاکستان کا توڑا بورا ہو گیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ نائن الیون کے بعد صدر پرویز مشرف نے قوم کو بتایا تھا کہ امارت اسلامیہ افغانستان کو تباہ کرنے میں اگر ہم امریکہ کا ساتھ نہیں دیں گے تو امریکہ ہمارا توڑا بورا کر دے گا' لیکن ہوا اس کے بالکل برعکس۔ آج ہماری سلامتی کو شدید خطرات لاحق ہیں اور معیشت کی حالت اس قدر غیر یقینی ہو گئی ہے کہ مالی طور پر دیوالیہ ہونے کا خطرہ ہے جس سے ملک میں مہنگائی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں اور مائیں بھوکے بچوں کو دریا برد کر رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرآن ہمیں یہود و نصاریٰ سے دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے اور تنبیہ کرتا ہے کہ جو مسلمان اُن سے دوستی کرے گا اُس کا شمار بھی اُن ہی میں سے ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ حکیم اللہ محسود کو شہید کر کے امریکہ نے ثابت کیا ہے کہ وہ امن کا دشمن ہے اور قتل و غارت کے ذریعے پاکستان کو غیر مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب نظر آتے ہیں کہ حکیم اللہ محسود کو شہید کروانے میں پاکستان کی سیاسی و عسکری قیادت ملوث ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے حکیم اللہ کو شہید کروا کر مذاکرات اور امن کی بجائے قتل و غارت اور خون ریزی کا راستہ ہموار کیا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کے بعد اب حزب اللہ کے نمایاں اوصاف کا بیان ہو رہا ہے۔ اس میں ہمارے لیے بڑی راہنمائی ہے۔ یہ دراصل حزب الشیطان کے مقابل کردار کا تذکرہ ہے۔ اللہ نے منافقین کے سامنے ایک واضح کسوٹی رکھ دی، تاکہ حزب اللہ اور حزب الشیطان کے درمیان کوئی التباس نہ رہے۔ اس کسوٹی کے بعد یہ ناممکن ہے کہ لوگوں کا کوئی گروہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان بھی رکھے اور اُن کے دشمنوں سے دوستی کی پینگیں بھی بڑھائے۔ سچے اہل ایمان تو سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا محسن ہے، وہی ہمارا خالق و مالک، رازق و مربی ہے۔ اور اس سے زیادہ قابل محبت اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ مومنین صادقین اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی رکھیں۔ وہ کبھی یہ کام نہیں کریں گے چاہے مخالف کیمپ میں ان کے اپنے باپ دادا، بھائی یا رشتہ دار ہوں اُن کی دوستی بس اللہ اور اہل ایمان سے ہوگی۔ وہ اللہ اور اس کے دین سے وفاداری میں استقامت کا مظاہرہ کرنے کے معاملے میں کسی رشتے کی پروا نہیں کرتے۔ کوئی محبت انہیں اس راستے سے ہٹا نہیں سکتی۔ جب حق و باطل کا معرکہ آخری مراحل میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے رشتہ داروں کے خلاف بھی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ مدنی دور میں اسلامی تحریک تصادم کے مرحلے میں داخل ہوئی تو غزوات ہوئے۔ ان غزوات میں ایک طرف صحابہ کرام ؓ تھے جن میں زیادہ تر مہاجر تھے، جو مکہ سے آئے ہوئے اپنے ہی قریبی رشتہ داروں سے معرکہ آرا ہوگئے۔ اب ان کا کوئی دلی تعلق ان کے ساتھ نہ تھا۔ سچے اہل ایمان نے ان خونی تعلقات کو کاٹ پھینکا تھا جو اللہ کے دین سے تعلق میں حائل ہونے والے تھے۔ وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کی خاطر اپنے قبیلے اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے لڑ گئے۔ غزوۂ بدر میں حضرت مصعب بن عمیر ؓ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔ حضرت عمر ؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔ حضرت ابوبکر ؓ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے لڑنے کے لیے تیار ہوگئے۔ عبدالرحمٰن بعد میں جب مسلمان ہوگئے تھے تو انھوں اپنے والد ابوبکر ؓ سے کہا کہ اباجان غزوۂ بدر میں آپ ؓ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے، میں نے آپ ؓ سے رعایت کی۔ اس پر حضرت ابوبکر ؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں کبھی رعایت نہ کرتا۔ یہ ہے وہ چیز جو حزب اللہ کے اوصاف میں سے ہے اور جو مطلوب ہے۔ اسی طرح حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ بن حارث ؓ نے، عتبہ، شیبہ اور ولید کو قتل کیا۔ وہ ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اسی جنگ میں حضرت مصعب بن عمیر ؓ کے سگے بھائی ابوعزیز کو ایک انصاری پکڑ کر باندھ رہے تھے، تو آپ ؓ نے فرمایا کہ ذرا مضبوطی سے باندھنا، اس کی ماں بڑی مالدار ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اس کی رہائی کے عوض بہت زیادہ فدیہ ملے گا۔ ابوعزیز نے ان سے کہا تم بھائی ہو کر یہ بات کر رہے ہو تو حضرت مصعب ؓ نے جواب دیا کہ اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے۔ غزوۂ احد میں حضرت ابوعبیدہ ؓ نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو قتل کیا۔ لوگوں کے مومن یا منافق ہونے کا پتہ اُن کے تعلقات اور دوستیوں سے چلے گا۔ یہ ہے سب سے بڑا امتحان۔ اس میں کامیاب ہونے والے ہی حزب اللہ میں شمار ہوں گے۔ نماز تو بہت سے لوگ پڑھتے ہیں، لیکن اس امتحان میں کامیاب بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ جو لوگ واقعی اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے ہیں، وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ تعلقات قائم کریں اور دوستیاں رکھیں۔ وہ معرکہ حق و باطل میں کسی رشتے ناتے کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ اس مرحلہ پر سورۃ التوبہ کی آیت 24 ذہن میں لائیے، وہاں بھی ایمان کا ٹیسٹ اللہ، رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کی محبت بتایا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾﴾ ''کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

اہل ایمان کے اللہ کے دشمنوں سے دوستی نہ کرنے کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

﴿اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔''

یعنی جو لوگ اس کسوٹی پر اپنے آپ کو پرکھنے اور پرکھوانے پر تیار ہوں، درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرمایا ہے اور ان کی روح کے ذریعے نصرت فرمائی۔ یہاں روح سے مراد بعض کے نزدیک روح القدس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں جو حق و باطل کا سب سے پہلا معرکہ تھا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اسلامی لشکر کی مدد فرمائی۔ جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی فوج لے کر آئے۔ روح کا دوسرا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو کوئی غیبی نور عطا کرتا ہے، جس سے قلب کو ایک خاص قسم کی معنوی حیات اور تقویت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ چیز انہیں کو ملتی ہے جو ایسے امتحانات میں پورے اترنے والے ہوں۔

﴿وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ﴾

''اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں جا داخل کرے گا، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ ایسے مومنین صادقین کو جنت میں داخل کرے گا، جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں راضی برضائے رب تھے۔ وہ اللہ سے راضی تھے آج اللہ ان سے راضی ہوگیا۔ رضائے الٰہی سب سے بڑا اعزاز ہے جو اہل ایمان کو آخرت میں حاصل ہوگا۔ اللہ اُن سے اس بنا پر راضی ہوگا کہ انہوں نے جس ایمان کا اقرار کیا تھا، اُس کے تقاضوں کو پورا کیا، اور راہ حق میں آنے والی آزمائشوں پر پورے اُترے۔ رب کریم انہیں شاباش دے گا کہ ہم تم سے راضی ہوئے کہ ہم نے جو چاہا تم نے کر دکھایا۔ اب تم ہم سے جو چاہو، وہ تمہیں عطا ہوگا۔

آیت کے آخر میں فرمایا:

﴿اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٢٢﴾﴾

''یہ گروہ اللہ کا لشکر ہے۔ (اور) سن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔''

یعنی یہ لوگ ہیں جن کو اللہ کی پارٹی میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انہی لوگوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: ابواکرام]

خدا بچائے......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

9/11 کے بعد امریکا رسہ تڑوا کر پھنکارتا ہوا دنیا میں نکل کھڑا ہوا۔ جنیوا کنونشنز، حقوق انسانی ونسوانی، عالمی قوانین کی دھجیاں، پھول کی نوچی مسلی پتیوں کی طرح عالمی چوراہے میں بکھیرتا ہواڈکراتا، چنگھاڑتا رہا۔ طیارہ بردار جنگی بحری بیڑے، لدے پھندے گائیڈڈ ہمہ نوع میزائلوں سے لیس، ایک ایک فوجی جدید ترین آلات حربی سے لیس (جس میں بعد ازاں حقائق کا سامنا کرتے ہوئے پیمپرز بھی شامل ہو گئے) پے در پے دو مسلمان ممالک میں لا اتارے۔ پوری دنیا امریکا کی مٹھی میں تھی۔ تاریخ کا سیاہ ترین جنگی باب رقم ہوا جس میں پوری دنیا کی آنکھوں کے سامنے نت نئی اصطلاحات کی آڑ میں انسانیت پر ظلم و سربریت کے پہاڑ توڑے گئے۔ ضمیر عالم تا دیر خاموش تماشائی رہا۔ یہ صلیبی لشکر اور ان کے سیکولر اتحادی تھے جنھوں نے یہ ابواب رقم کیے۔ مسلم ممالک میں میڈیا، سکالرز، این جی اوز حکمرانوں سمیت پانچوں انگلیاں ڈالر میں اور سر یورو میں دیئے رہے۔ اس جنگ کی ہم نوائی میں جنگ بازوں، سیاستدانوں کے ہمراہ سیکولر جتھے روبہ عمل تھے۔

صفحہ پلٹا، امریکا سر پر جوتا کھا کر عراق سے نکلا۔ افغانستان سے انخلاء پر مجبور ہوا۔ اب صورت یہ ہے کہ وکی لیکس سے بھاگا تو سنوڈن لیکس کی بھانڈہ پھوڑیوں میں جا پھنسا۔ وہاں سے نکلا تو ایمنسٹی کی ڈرون/ جنگی جرائم کی بوچھاڑ نے آلیا۔ ڈوبتے نے ملالہ کے تنکے کا سہارا لیا تو معصوم صورت ڈرون گزیدہ نبیلہ امریکا کانگریس میں آبیٹھی۔ وہ مذاکرات کے لیے طالبان کی منت سماجت کر رہا ہے۔ ادھر آئے دن کبھی اے این اے بغاوتوں میں امریکی نیٹو فوجی مرتے ہیں، کبھی کرزئی آنکھیں دکھاتا ہے۔ افغان غلام بھی (نام نہاد) آزاد پاکستانی سے زیادہ غیور ہے! لے دے کر بس چلتا ہے تو صرف کشکول بردار پاکستان پر!

لطیفہ دیکھئے، حکومت آنے سے پہلے سے ڈرون بندش کا واویلا اور انتخابی نعرہ لے کر چلی تھی۔ امریکا یاترا میں بھی یہ عنصر بلند آہنگ تھا۔ غیبی مدد ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ذریعے فراہم ہو گئی۔ دستاویزی فلم عین برموقع ڈرون پر سارے ثبوت لیے آن موجود ہوئی۔ خود گوروں نے سارا ہوم ورک، محنت، تحقیق کر کے دے دیا۔ ہماری حکومتیں ہر ڈرون حملے پر جو اظہار تشویش کرتی چلی آتی تھیں، اُس تشویش کی بھی تفتیش ہو گئی۔ پس منظر میں مکمل امداد اور اہداف و اعداد فراہم کرتی ہماری سیاسی فوجی معاونت کھل کر سامنے آ گئی۔ دس سالوں بعد وزیرستان میں برستے میزائلوں کی آواز طویل سفر طے کر کے براستہ برطانیہ امریکا پاکستانی عوام کے کانوں تک پہنچی۔ گورا بتاتا ہے تو ہمارے میڈیا اور عوام کو سمجھ آتا ہے۔ ہم اردو میں سالہا سال سے بتا رہے تھے تو لائق اعتبار نہ تھا! دیکھ لیجیے جمائما خان کی فلم آئی تو بات بنی۔ ہم فلموں کی زبان ہی سمجھتے ہیں۔ ('فتنہ' فلم بنانے والا مسلمان ہو کر اب اسلام پر فلم بنائے گا تو اسلام بھی سمجھ آ جائے گا۔ مولوی نہ ہو۔ داڑھی، پردہ نہ ہو، تو بات آسان ہو جاتی ہے! یہ ہے گورے کی مؤثر برین واشنگ!) ایمنسٹی میں بیٹھ کر قادری صاحب انگریزی میں ڈرون پر گرجیں برسیں گے تو بات پلے پڑے گی۔ رفیق الرحمٰن، شمالی وزیرستان ڈرون گزیدہ خاندان کے سربراہ اور بچی نبیلہ کو بھی کو آرڈی نیٹر جینیفر ملے گی تو دنیا سنے گی اور ہم بھی پہلی مرتبہ کان دھریں گے۔ عافیہ کو بھی جا کر ایوان ریڈلی نے اذیتوں بھرے عقوبت خانے سے نکالا، آواز اٹھائی تو پاکستانیوں کو اپنی بیٹی یاد آئی۔ ذہنی غلامی کی کوئی حد تو ہو۔ یہ ہماری اسی کمزوری سے کھیل رہے ہیں۔ ایک طرف گورا ضمیر انگڑائی لے کر یہ مناظر دکھاتا ہے ہم جاگنے لگتے ہیں، تو دوسری طرف پھر وزیرستان کو بھارت، را سے نتھی کرنے کی کوئی نہ کوئی 'شرلی' چھوڑ کر مذاکرات اور ڈرون سے دھیان ہٹا دیا جاتا ہے۔ دیکھ لیجیے۔ امریکا میں اوباما نے ڈرون ممیاہٹ سن لی۔ کانگریس میں وزیرستان کی ملالہ کی درد بھری داستان نے حقائق سے پردہ اٹھا دیا۔ وہاں بچیاں 24 گھنٹے، سال کے بارہ مہینے ڈرون مسلط رہنے کی وجہ سے سکول نہیں جا سکتیں، کھیل بھی نہیں سکتیں۔ اس ملالہ کے لیے کوئی گورڈن براؤن؟ کرسٹینا لیمب، کرسٹینا امان پور؟ کوئی دلجوئی پر مامور NGOs، کوئی ایوارڈ؟!!! اس کا جواب امریکا نے صورتِ ڈرون فوری دے دیا۔ نیو یارک ٹائمز (28 اکتوبر) میں شائع شدہ کارٹون پوری ڈرون کہانی اور ہماری تشویش/احتجاج پر بلیغ تبصرہ ہے۔ اوباما ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول لیے بٹن دباتا ہے اور ڈرون سے نیچے کھڑے نواز شریف کے پھیلے ہاتھوں پر ڈالروں کا تھیلا گر رہا ہے۔ اوباما کہہ رہا ہے۔ ''امید ہے اس سے آپ کی ڈرون بارے تشویش ختم ہو جائے گی''۔ امریکا، ہماری عسکری اور سیاسی قیادت مغربی تجزیہ نگاروں کے مطابق ہم آہنگ (ایک پیج پر) ہو چکے۔ حکیم اللہ محسود کو بروقت نشانہ بنایا جانا مذاکرات کے شور شرابے کے حقائق بھی کھول رہا ہے۔ یہ اوپر اوپر کا 'رولا' تھا!

ہمارے وزیر اعظم یہ کہتے ہوئے لوٹے' ہمیں اپنا گھر ٹھیک کرنا ہے۔ گھر ٹھیک کرنے میں امریکا 12 سال سے مدد کر رہا ہے۔ ہم نے فوراً ٹارگٹڈ آپریشن جنوبی وزیرستان میں شروع کر دیا۔ اچانک توپ خانے کی گولا باری سے لوگ گھبرا کر گھروں سے سامان مویشی چھوڑ کر دوبارہ، سہ بارہ سردی میں نیلے آسمانوں پر اڑتے ڈرون تلے پناہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ایک دن ڈرون، اگلے دن آپریشن، نیز سینٹ میں نیا، تازہ بہ تازہ، نو بہ نو انکشاف کہ 2008ء سے 2013ء تک صرف 67 شہری شہید ہوئے! اگرچہ 2009ء میں صرف 60 شہری تو ایک جنازے پر حملے سے شہید ہوئے تھے۔ باقی 7 کون خوش نصیب ہیں جو وزیرستان سے ہونے کے باوجود ہمارے وزیروں نے پاکستانی شہری کے طور پر قبول کر لیے؟ (یہ شہریوں والے لمبے چوڑے اعداد و شمار تمام گوروں نے اکٹھے کیے ہیں، طالبان ٹائمز کے نہیں ہیں!) اسی پر بس نہیں، امریکی کانگریس میں ایلن گریس نے تو سرکاری مؤقف کے چیتھڑے اڑا دیئے۔ اول ڈرون تا حالیہ ڈورن، پاکستان سہولت دینا بند کر دے ڈرون حملے کل بند ہو سکتے ہیں۔ اسلام آباد کی منظوری کے بغیر کارروائی ممکن نہیں (شاید اسی لیے وزیر اعظم اسلام آباد ٹکتے ہی نہیں،

الزام نہ آجائے!) پاکستانی فضائیہ بہت طاقتور ہے۔ یقیناً قبائل سے زیادہ پاکستان فضائیہ کی طاقت سے کون واقف ہے جس کے چپے چپے پر اس کی طاقت کے نشان ثبت ہیں۔ ایلن گریسن کہتے ہیں 'فضائیہ سرحدوں پر پابندی لگا سکتی ہے'!

ہم تو صرف حقائق کا حوالہ دے رہے ہیں۔ یہ زبان پاکستان کے ولی اور مربی کی ہے (جو عوام کا مربہ بنا رہی ہے)۔ عوام کی چٹنی بناتے ہوئے حکمران خود کیا کر رہے ہوتے ہیں؟ صرف سینیٹر وقار احمد خان، کے ارب پتیوں کی قطار میں برطانیہ میں سپر مہنگے ترین علاقے میں 1.5 ایکڑ میں کھڑے محل کا دیدار فرما لیجیے۔ یہ پچھلی جمہوری حکومت کے نجکاری وزیر تھے۔ یہ محل خریدے گا کون؟ شاید نیا وزیر نجکاری۔ کیونکہ پاکستان کا ہر قابل ذکر ادارہ نجکاری کے لیے تیار کھڑا ہے! 9/11 کے بعد کی عالمی فوجی جمہوریت کا یہ شاخسانہ ہے۔ عوام 'مشکوک' ہیں۔ لہٰذا عقوبت خانے، حراستی مراکز، ڈرون سے غنیمتیں۔ کم مشکوک سی این جی، بجلی، مہنگائی کے جھٹکے کھائیں۔ سرکار کو دورے (پڑنے) کی مصروفیت کافی ہے۔ لال مسجد میں بھی مذاکرات ہوئے تھے۔ اللہ خیر کرے، یہاں مذاکرات کیا رنگ لائیں گے، لیکن مت بھولیے وقت آپ کے پاس بہت کم ہے۔ بقول ملا عمر ''تمہارے پاس گھڑی ہے ہمارے پاس وقت!'' عالمی دجالی جنگ کے خلاف کھڑے ہونے والوں کے پاس وقت یوم الجزاء اور اس کے بعد تک کا لامنتہا وقت ہے۔ مظلوم کی قوت کا راز ''عقیدہ 'یوم الدین'' میں ہے۔ ''جس دن قیامت برپا ہوگی تو مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ نہیں رہے (دنیا میں) مگر ایک ساعت! اسی طرح وہ دنیا میں دھوکا کھاتے رہے''۔ (الروم:55) پل دو پل کی اس بادشاہی سے آگے کے مناظر۔ کبھی فرصت ملے تو، الصادق، الامین نبی ﷺ کے لائے القرآن الحکیم میں دیکھ لیجیے، سٹی گم ہو جائے گی۔ آج ہوش میں آیئے، آگے تو قیامت کی بے ہوشی ہے۔

اللھم احفظنا!

جو اس کے قانون سے بری ہو
خدا کا کوئی نہیں چھپتا
نہ ایک ریلے سے لیں سبق ہم
تو آئے گا اور تند ریلا
خدا بچائے خدا بچائے
بڑا گراں ہے خدا کا کوڑا

اظہار خیال

ملالہ یوسفزئی سے عافیہ صدیقی تک

رفیق چودھری

کسی بھی قوم کی بیداری اور شعوری سفر کا اندازہ وقوع پذیر ہونے والے سانحات اور واقعات کے اجتماعی ردعمل سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی قوم اپنے افکار و اعمال، نظریات و روایات میں کس قدر آزاد ہے۔ یوم ناموس رسالت آپ ﷺ کے موقع پر (گستاخانہ فلم کے حوالے سے) مغرب کے خلاف احتجاج میں پاکستانی قوم کو جہاں سب سے بڑھ کر نظم وضبط اور عمدہ اخلاقیات کی بہترین مثال قائم کرنا چاہیے تھی وہاں جس قدر بدنظمی، انتشار، لوٹ مار کا مظاہرہ کیا گیا وہ کسی طرح سے بھی تعریف کے لائق نہیں ہے۔ لیکن ایک بات کی خوشی ہے کہ بحیثیت قوم وہ ہمارا ذاتی فعل اور خاص طور پر مغرب سے سرکشی پر مبنی آزادانہ اجتماعی رویہ تھا، چاہے اچھا تھا یا برا لیکن تھا خالص اور ملاوٹ سے پاک۔ پہلی بار ایسا لگ رہا تھا کہ ہم ایک آزاد قوم ہیں۔ اگرچہ پوری طرح منظم نہیں ہیں، مگر کسی کے غلام بھی نہیں ہیں۔ ناموس رسالت کے معاملے میں ہم سب ایک ہیں۔ مگر ملالہ یوسفزئی کے معاملہ میں پوری قوم کی جانب سے نظم و ضبط، سلیقہ مندی اور پروقار انداز اپنانے کے باوجود ''دل میں ایک کھٹکا'' سا ہے، جیسے کہیں کچھ غلط ہو رہا ہے، یا جیسے کہیں ''دال میں کچھ کالا'' ہو۔ شاید اس لیے کہ اس سارے معاملے میں مغرب آگے آگے ہے۔ اور جس کام میں مغرب خیر سے وقت کا امام ہو، تاریخ کبھی اس میں شر کے پہلو کو ہرگز نظر انداز نہیں کر پاتی۔ جیسے اقبال بھی کہہ گئے تھے۔

فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف!

ملالہ کا تذکرہ تعلیم کے حوالے سے ہو رہا ہے، مگر ملالہ کی آڑ میں جو کچھ ہو رہا ہے اُس سے اہل نظر بے خبر نہیں ہیں۔ عالم انسانیت پر عظیم ترین احسان ہادی برحق، پیغمبر اسلام حضور ﷺ کا ہے، جنہوں نے نسل انسانی کو تمام تر طبقاتی، نسلی، لسانی، علاقائی اور گروہی تعصبات اور منافرتوں سے آزاد کر کے علم کا شعور عطا فرمایا۔ مساوی طور پر بنیادی حقوق دلانے کی خاطر مظالم پر مظالم سہے، پتھروں کی بارش میں اپنے جسد مبارک کو لہولہان کیا، احد میں زخمی ہوئے، اپنے عزیز ترین رشتوں، اقارب اور اولاد کی قربانی پیش کی اور حقیقی معنوں میں امن عالم کے فطری اصولوں سے روشناس کرایا۔

آپ ﷺ کے خلاف توہین آمیز رویے اور فکری دہشت گردی میں تو مغرب تمام حدوں کو پار کر جائے، عراق، افغانستان، کشمیر، برما، فلسطین سمیت دنیا بھر میں آپ ﷺ کے نام لیواؤں کو تشدد اور ظلم و تعدی قتل و غارت گری اور مسلسل استحصال کا نشانہ بنایا جائے، ڈرون حملوں میں روزانہ درجنوں بے گناہوں کے بستے، کاپیاں اور اعضاء ہوا میں بکھریں، سینکڑوں یتیم ہو کر تعلیم سے محروم ہو جائیں، اور پھر ان معصوموں کو بستے کی جگہ خودکش جیکٹس اور کتاب و قلم کی بجائے دستی بم اور گرنیڈ تھما دیے جائیں، ریمنڈ ڈیوس جیسے بلیک ڈاگ دن دیہاڑے اسلحہ سمیت چنگھاڑتے اور معصوم شہریوں کو گولیوں سے چھلنی کرتے پھریں، مسجدوں، امام بارگاہوں، مزاروں اور سکولوں کو بھی اڑانے سے گریز نہ کریں، حتیٰ کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسی بے گناہ اور نحیف و نزار مسلم بیٹیوں کو قید و بند میں رکھ کر ٹارچر کرنے جیسے ننگ انسانیت کارناموں پر بھی ذلت اور رسوائی کا احساس نہ ہو۔ لیکن ایک ملالہ یوسفزئی کو اس قدر اہمیت دی جائے کہ اقوام متحدہ سے لے کر امریکی صدر تک میدان میں کود پڑیں۔ بات ہر ذی عقل اور باشعور انسان کی سمجھ میں آنے والی ہے مگر کیا کیجیے کہ بقول اقبال۔

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق اُن کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور

بحیثیت قوم ہمارا المیہ ہے کہ ہم نے مغرب کی

اندھی تقلید میں ’’کچھ‘‘ نہیں بلکہ ’ساری کی ساری دال‘ ہی اس قدر کالی کر لی ہے کہ آج نہ نظریات ہمارے اپنے ہیں، نہ افکار، نہ روایات اور نہ ہماری اپنی کوئی تہذیب ہی باقی ہے جو کہ خالصتاً ہماری پہچان ہو۔ بس جس طرف مغرب نے اُچھالا، دوڑ پڑے، مغرب نے جس کو سیاہ کہا وہ سیاہ اور جس کو سفید بتایا وہ سفید کہہ دیا۔ مغرب نے کہا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں دہشت گرد ہیں تو مغرب کی غلامی کو روشن خیالی کا نام دینے والی ’’اندھی تقلید‘‘ نے محض تعلیم کے حصول کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑنے والے معصوم طلبہ و طالبات کو فاسفورس بموں سے زندہ بھون ڈالا۔ مغرب نے چاہا تو صلیبی جنگ کا حصہ بن کر اپنے ہی مسلمان بھائیوں اور شہریوں کا خون بہانا شروع کر دیا۔ مغرب کی ایما پر ہی ’’ڈومور‘‘ کی غلاظت قوم کے سر منڈھ کر بحرانوں کا شکار کر دیا اور اب مغرب کی منشا کے مطابق ہی ملالہ یوسفزئی پر حملہ کو ایک نئے خون آشام ’’نائن الیون‘‘ کا پیش خیمہ ثابت کیا جا رہا ہے۔

ملالہ یوسفزئی پر حملہ قابل مذمت ہے، مگر ڈرون حملوں، جامعہ حفصہ، ریمنڈ ڈیوس، کشمیر، فلسطین، عراق و افغانستان، گجرات میں خون مسلم کی ارزانی اور پھر عافیہ صدیقی تک پہنچتے پہنچتے انسانی حقوق پر آنسو بہانے والے مگرمچھوں کے جبڑے کیوں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، کیوں نام نہاد روشن خیال ’’ولایتی سانڈھوں‘‘ کے سینگ ساکت ہو جاتے ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں کہاں رہ جاتی ہیں؟، اقوام عالم کا ضمیر کیوں سو جاتا ہے؟ میڈیا کی طراریاں کیوں گم ہو جاتی ہیں؟۔ کیا روشن خیالی صرف مغرب کے مفادات کا نام ہے؟۔ ملالہ سے عافیہ صدیقی تک کے اس شعوری سفر میں کل حقیقت واضح ہو جاتی ہے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے اور صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ ہم آزاد یا روشن خیال نہیں بلکہ ایک غلام قوم ہیں۔ ہمارے تمام افکار و اعمال، نظریات اور روایات مغرب کی امامت کی محتاج ہیں۔ ہمارے جذبات کی ڈور مغربی کارپردازوں کی مٹھی میں ہے۔ یہ روشن خیالی نہیں بندر کا ناچ ہے، جب مداری نے ڈگڈگی بجادی تو ناچنا شروع کر دیا، ورنہ بے حس و حرکت، لکیر کے فقیر اور مردہ ضمیر۔!

ابھی چند روز قبل ہی معصوم عورتوں کو ورغلا کر ان کا استحصال کرنے والے جعلی پیروں اور عاملوں کے خلاف رپورٹ شائع کرنے پر خاتون صحافی زوہا کنول پر تیزاب پھینکنے کا واقعہ بیشتر قومی اخبارات کی زینت بنا مگر کسی انسانی حقوق کی تنظیم، نام نہاد روشن خیالیوں، حتیٰ کے ’’آزاد اور فرض شناس‘‘ میڈیا تک کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ حالانکہ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی پاداش میں معذور ہو کر ہسپتال پہنچنے والی قوم کی اس عظیم بیٹی کا کردار بھی کسی لحاظ سے قابل فراموش نہیں تھا۔ محض مغرب کی ڈگڈگی پر انسانی حقوق کا واویلا کرنے والے نام نہاد روشن خیال طبقہ میں کتنے جاگیردار، وڈیرے، مخدوم اور سرمایہ دار ہیں جن کی نجی جیلوں میں معصوم بچے اذیت کا ایک ایک پل جہنم کی طرح کاٹ رہے ہیں، کتنے روزانہ جبری مشقت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ کیا ان کے حقوق نہیں ہیں؟

ملالہ یوسفزئی کے ساتھ اظہار یکجہتی سے زیادہ اہم ملی تقاضے ہیں جو حقیقی معنوں میں اس وقت پورے ہوں گے جب ہمارے حکمران اور سیاستدان بیرونی ڈکٹیشن اور مغربی ذہن کی غلامی چھوڑ کر اپنے دماغ سے سوچنا اور ریاستی ادارے ’’مغربی آکسیجن‘‘ کے سہارے ترک کر کے اپنی ناک سے سانس لینا شروع کر دیں گے، دوست اور دشمن کی پہچان مغربی مفادات میں نہیں بلکہ خالصتاً قومی مفاد میں ہوگی، جس دن پاکستانی میڈیا مغرب کے ’’طوطا مینا‘‘ کا رٹا رٹایا کردار ادا کر کے نسلی، لسانی، علاقائی و ثقافتی تعصبات اور منافرتوں کو ہوا دینے کی بجائے قومی یکجہتی اور ہم آہنگی کا راستہ کا ہموار کرنے میں حقیقی معنوں میں ریاست کے چوتھے ستون کا کردار ادا کرے گا اور ان اصل سازشی قوتوں کو بے نقاب کرے گا جو ایک ایسے وقت میں پاکستان میں نئے سرے سے آگ بھڑکانے کے درپے ہیں جب خود امریکہ بہادر افغانستان میں طالبان کے ساتھ مذاکرات کی پینگیں بڑھا رہا ہے اور انہیں افغان حکومت کا حصہ دار بنا کر امن وامان کی فضا کا خواہاں ہے۔ ہم ایک آزاد، خود مختار، مہذب اور باوقار، روشن خیال قوم کہلانے کے قابل اس وقت ہوں گے جب اسلام کے لیے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی خدمات کا خود اعتراف کر لیں گے، جس دن پوری پاکستانی قوم ڈرون حملوں میں بے گناہ معصوم بچوں کی ہلاکتوں کے خلاف احتجاج میں اسی طرح منظم و متحد نظر آئے گی اور قوم کا بچہ بچہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی کے لیے اسی جوش و جذبہ کا مظاہرہ کرے گا جو ملالہ یوسفزئی کے معاملہ میں دکھایا گیا۔ وگرنہ محض مغربی مفادات کو فروغ دے کر قومی یکجہتی اور ملکی سلامتی کے ساتھ کھلواڑ کے سوا کوئی اور نتیجہ نہیں نکل سکے گا۔ کیونکہ بقول اقبال

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لبِ گور!

تازہ شمارہ
(اکتوبر تا دسمبر 2013ء)

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحکم قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ـــ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

مشمولات

- اسلام اور سیکولرزم ـــ ڈاکٹر ابصار احمد
- سیرت النبی ﷺ کا ایک اہم واقعہ: غزوۂ احزاب ـــ محمد انس حسان
- حدیث اور مستشرقین ـــ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
- تعمیر خودی ـــ مدثر رشید

مستقل سلسلہ ہائے مضامین: (1) قرآن حکیم کی سورتوں کے مضامین کا اجمالی تجزیہ (2) ترجمۂ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح (3) تعارف وتبصرہ

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

ایبٹ آباد آپریشن: سیمور ہرش کے انکشافات اور

پاک امریکا تعلقات

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: نوید احمد

مہمانِ گرامی: ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

سوال: سیمور ہرش نے ایک انٹرویو میں حیرت انگیز انکشاف کیا ہے۔ ہرش کے مطابق امریکا کا ایبٹ آباد آپریشن ایک ڈراما تھا۔ وہاں نہ اُسامہ موجود تھا اور نہ وہ ایبٹ آباد میں مارا گیا۔ آج کی دنیا میں ایسا ڈراما کیسے رچایا جاسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یقیناً ایسا ممکن ہے۔ سیمور ہرش محقق صحافی ہیں، جیسے ہمارے ہاں انصار عباسی، عمر چیمہ صاحب وغیرہ ہیں۔ اندر کی خبر لانے، کھوج لگانے کے معاملے میں انہوں نے بہت نام کمایا ہے۔ ان کی عمر 76 برس ہے۔ ویت نام کی جنگ کے دوران وہ جوان تھے۔ انہوں نے اس شعبہ میں بہت کام کیا ہے اور صحافت میں بہت نام پایا ہے۔ انہوں نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ It is a big lie not a word of it is true. وہ اس درجے کے صحافی ہیں کہ ان کے مقابلے میں دلائل لانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسی لیے امریکی انتظامیہ نے بہتر سمجھا کہ جواب نہ دیا جائے، بلکہ خاموشی اختیار کی جائے۔ یہ انکشاف انہوں نے ایک انٹرویو میں کیا ہے۔ وہ ایک کتاب لکھ رہے ہیں جس میں اس معاملے کو مزید کھولیں گے۔ سیمور ہرش جو مذہبی لحاظ سے یہودی ہیں، کے پاس کوئی پیسوں کی کمی نہیں۔ آپ دیکھ لیجیے کہ ایبٹ آباد آپریشن کا سارا معاملہ کیسے ہوا؟ اس کی کوئی فوٹو اور ویڈیو نہیں آئی اور نہ کسی اور طریقے سے ہی اس کو ثابت کیا گیا۔ ٹی وی پر دکھایا گیا تھا کہ صدر اوباما، ہیلری کلنٹن اور چوٹی کی عسکری اور سیاسی قیادت ایک کمرے میں بیٹھ کر یہ سب کچھ بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی ہے، جبکہ بعد میں صدر اوباما نے خود یہ کہا کہ میں اس میں نہیں تھا۔ جہاں تک اسامہ کے خلاف امریکا کے پروپیگنڈا کا سوال ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسامہ نے سوڈان اور کئی دوسری جگہوں پر امریکی مفادات پر حملے کیے اور وہ ان کا دشمن تھا۔

سوال: اُسامہ نے امریکی مفادات کے لیے بھی تو کام کیا۔ یہ بھی تو ایک سچ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اسامہ کی مثال اُس آدمی کی سی ہے جو کسی ادارے یا کسی ملک کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس دوران وہ ادارہ یا ملک کوئی ایسا کام کرتا ہے جسے وہ شخص غلط اور اپنے مفادات کے خلاف سمجھتا ہے تو اُس سے الگ ہو جاتا ہے۔ یقیناً اسامہ بہت سے معاملات میں ان کا ساتھی تھا۔ جب سوویت یونین نے افغانستان پر قبضہ کیا تو اس دوران اصل میں امریکا نے رُخ بدلا تھا، اُسامہ نے نہیں بدلا۔ امریکا پہلے افغانستان سے سوویت یونین کو نکالنا چاہتا تھا، جس میں اسامہ کی مرضی بھی شامل تھی۔ چونکہ دونوں کا مفاد مشترک تھا، لہٰذا دونوں میں تعاون ناگزیر تھا، لیکن جب امریکا نے عراق جنگ کا بہانہ بنا کر سعودی عرب میں فوجیں اُتاریں تو اسامہ نے اس کی مخالفت کی۔ اِسی سے امریکہ اور اسامہ کی دشمنی شروع ہوئی۔ اسامہ اس معاملے میں سعودی حکومت کے ساتھ ساتھ امریکا کے بھی خلاف ہوا۔ سوویت یونین نے جب افغانستان پر غاصبانہ قبضہ کیا تھا تو اسامہ اُس کے خلاف تھا۔ لہٰذا سیدھی سی بات ہے کہ اسامہ نے طے کیا ہم کسی بھی سپر قوت کو کسی مسلمان ملک پر حملہ یا غاصبانہ قبضہ کرنے نہیں دیں گے، اس کی مخالفت کریں گے۔ نائن الیون کے بعد جب امریکا نے افغانستان پر یلغار کی تو اسامہ نے اس کی بھی مخالفت کی۔ لہٰذا اسامہ کا پہلے امریکا کا دوست اور پھر دشمن بن جانا سمجھ آنے والی بات ہے۔ اگر وہ اس وقت بھی امریکا کا ساتھی ہوتا جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا تب تو آپ کہہ سکتے تھے کہ اصل میں وہ امریکا کا ساتھی ہے۔ جب نائن الیون کا واقعہ ہوا تو امریکا نے دو دنوں میں اس کا سارا الزام اسامہ پر لگا دیا اور اس کے خلاف بے محابا پروپیگنڈا کیا۔ چنانچہ امریکا کا بچہ بچہ اُسامہ کو اپنا دشمن سمجھنے لگا اور امریکیوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اسامہ امریکا کا سب سے بڑا دشمن اور امریکی شہریوں کو مارنے والا ہے۔ ایبٹ آباد آپریشن کے بارے میں امریکا کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے اسے زندہ گرفتار کیا اور پھر مارا اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے اُسے دورانِ آپریشن مارا۔ امریکا نے صدام کو زندہ پکڑا تھا اور اس کی پھانسی وغیرہ سب کچھ لوگوں کو دکھایا، لیکن اسامہ کو انہوں نے گرفتار نہیں کیا۔ اگر اسے گرفتار کرتے تو ضرور اپنی قوم کے سامنے لاتے۔

سوال: آپ یہ تو جانتے ہیں کہ اُسامہ بن لادن دنیا بھر کے مجاہدین کے لیے تحریک کا ذریعہ تھے۔ اگر امریکی اسے کسی جگہ لے جا کر اسے دفنا دیتے تو وہ جگہ دنیا بھر کے مجاہدین کے لیے جائے عقیدت بن جاتی اور وہ وہاں کی زیارت کے لیے جاتے۔ امریکا کے مطابق اس نے اسی غرض سے اسامہ کی لاش کو سمندر برد کیا۔

ایوب بیگ مرزا: اگر اسامہ کو امریکا میں دفنایا جاتا تو یہ ناممکن تھا کہ وہ جگہ جہادیوں کا مرکز بن جاتی۔ ہاں اگر اسے پاکستان یا افغانستان میں دفنا دیتے تو ایسا ہوسکتا تھا۔ بہرحال اسامہ کو دفن (یا سمندر برد) کرنے سے پہلے امریکی اسے لوگوں کو ضرور دکھاتے۔ ایک دفعہ انہیں سامنے لانا اُن پر لازم تھا۔ وہ عوام کو دکھاتے کہ جس شخص نے تم سے دشمنی کی، اس کا ہم نے یہ حشر کیا، لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ اس کی لاش کی کوئی ویڈیو، کسی قسم کی کوئی فوٹو تک نہ آسکی۔ اس معاملے میں دال میں کالا نہیں تھا، کالا ہی کالا تھا۔ دال تھی ہی نہیں۔

سوال: اس پس منظر میں تو نائن الیون کا واقعہ بھی مشکوک ہو جاتا ہے، تو کیا حمید گل کی یہ بات درست نہیں کہ نائن الیون بہانہ، افغانستان ٹھکانہ اور پاکستان نشانہ تھا۔

ایوب بیگ مرزا: کہتے ہیں کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا۔ جب سیاستدان کو اپنا مفاد مقصود ہوتا ہے تو وہ کچھ بھی کر گزرتا ہے۔ اس میں ایک اور اضافی بات بھی ہے۔ امریکا نے نائن الیون کے واقعہ کو بہانہ بنا کر ایک نئی مہم شروع کی۔ بش نے اس مہم کے لیے ''کروسیڈ'' کا لفظ استعمال کیا تھا۔ ایبٹ آباد آپریشن میں اُسامہ مارا ہی نہیں گیا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ نیوی کے فوجی جنہوں نے ایبٹ آباد آپریشن میں حصہ لیا تھا، سب کے سب افغانستان میں مارے گئے۔ میرا پہلا سوال یہ ہے کہ وہ افغانستان کیا کرنے گئے تھے؟ ایبٹ آباد آپریشن کے

بعد وہ افغانستان میں کیا کر رہے تھے؟ دراصل انھیں باقاعدہ سکیم کے تحت وہاں بھیجا گیا اور کچھ دیر کے لیے رکھا گیا اور پھر فراڈ کے اس ڈرامے کے ثبوت مٹانے کے لیے اُن سب کو مار دیا گیا۔ کیونکہ کسی فوجی کا ضمیر کسی بھی وقت جاگ سکتا تھا اور وہ سچ اگل سکتا تھا۔ چونکہ متعلقہ آدمی کا ایک ہی بیان اس سارے کھیل کو بگاڑ دے سکتا تھا، لہٰذا انہیں مار دیا گیا۔ نائن الیون کے واقعہ میں سب سے بڑی حیرانی والی بات یہ ہے کہ 20 منٹ امریکی فضاؤں میں جہاز اڑتے رہے، جن کا تعلق امریکا سے نہیں تھا، مگر امریکا نے انھیں کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ امریکا کا اس وقت فضائی نظام اس قدر مستحکم ہے کہ اگر کوئی غیر ملکی کوئی دشمن یا کوئی بغیر اجازت کے کوئی جہاز امریکی فضا میں داخل ہو جائے تو ایک منٹ سے پہلے اُسے مار گرایا جاتا ہے۔ ان کی فضائی سیکیورٹی 30 سال پہلے سے اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کوئی فضائی حملہ آور امریکی فضا میں داخل نہیں ہو سکتا، مگر وہ فوراً سکرین پر آتا ہے اور فوری طور پر اس پر حملہ ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک جہاز کو آخر کار مار گرایا ہے مگر اس کی کہانی بھی بڑی مضحکہ خیز ہے۔ جو جہاز گرا، کہا جاتا ہے کہ وہ جہاز پینٹاگون کی دیوار سے ٹکرایا اور اس نے اس میں سوراخ کیا۔ چنانچہ جہاز کا کچھ حصہ سوراخ کے ذریعے اندر چلا گیا، باقی باہر گر گیا۔ لوگوں نے جب سوراخ کا ڈایا میٹر نکالا تو سوراخ کا قطر چھوٹا تھا اور جو حصہ اندر گرا تھا وہ اس سے بڑا تھا۔ فراڈ، چوری، اور جعلی کام کوئی بھی کرے اس میں کوئی نہ کوئی کسر رہ جاتی ہے۔ بڑی بڑی ٹیکنالوجی کے ہونے کے بعد بھی چور اپنی کوئی نہ کوئی نشانی چھوڑ جاتا ہے۔ امریکا کی نائن الیون سازش کے معاملے میں بھی یہی ہوا۔ امریکی آج تک اس بات کا جواب نہیں دے سکے کہ جہاز کا سائز اس ہونے والے سوراخ سے بڑا کیوں تھا۔ نائن الیون کا ڈراما باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت رچایا گیا تھا۔ یہ مسلمانوں کے خلاف ایک باقاعدہ جنگ کا آغاز تھا، جس کے بارے میں بش کے منہ سے جوش میں ''کروسیڈ'' کا لفظ نکل گیا تھا۔ اگرچہ بعد میں اس نے مصلحتاً معذرت بھی کر لی اسلام کے خلاف اس جنگ کا آغاز کرنے کے لیے انھیں امریکی عوام کی حمایت کی ضرورت تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے عوام کی ذہنی رضا مندی کو بڑا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو کام ہم کرنے جائیں عوام اس کو تسلیم کریں، قبول کریں۔ لہٰذا اس سے پہلے اتنا بڑا حادثہ کیا گیا کہ عوام ایک دم بھڑک اُٹھے اور مشتعل ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ ہمارے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ذہنی طور اس جنگ کے لیے تیار ہو گئے جس کے لیے یہ سارا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ جب پہلا جہاز جڑواں عمارتوں سے ٹکرا رہا تھا، اس کی وڈیو لینے کے لیے سامنے کچھ صحافی موجود تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا انھیں الہام ہوا تھا؟ درحقیقت یہ سب ایک پلاننگ تھی۔ اب تو آپ کو امریکا میں نائن الیون کے بارے میں کئی جگہ پر یہ لکھا ہوا مل جائے گا کہ It was inside job. آپ دیکھیں کہ پہاڑوں میں رہنے والے لوگوں کے لیے کئی ہزار میل دور جا کر وہاں کی فضاؤں میں جہاز لے کر داخل ہو جانا، وہاں لوگوں کو مشقیں اور پریکٹس کروا کر اُن سے یہ کام کر لینا ناممکن لگتا ہے۔

سوال: ایبٹ آباد کمیشن رپورٹ کے 700 صفحات، 300 گواہیاں اور 200 سفارشات 8 جولائی کو الجزیرہ ٹی وی نے ریلیز کیں۔ اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ الجزیرہ کس کے تحت چل رہا ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اپنے مفادات کے تحت کچھ چیزیں ریلیز کی ہوں۔ پھر امریکی دباؤ پر یہ سلسلہ روک دیا گیا۔ میں اس رپورٹ کی واضح طور پر تصدیق یا تردید نہیں کر سکتا۔ میں آپ کو اپنا تاثر بتا رہا ہوں کہ جب جسٹس جاوید اقبال کو ایبٹ آباد جوڈیشل کمیشن کا سربراہ بنایا گیا تھا اُسی وقت یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ ایسی رپورٹ آئے گی، جس سے کسی کو کچھ نہیں پتہ چلے گا کہ کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ رپورٹ میں کسی کو بھی سو فیصد مورد الزام نہ ٹھہرایا گیا۔ ہر ایک کے خلاف کچھ باتیں کر کے بعد میں اُسے کسی نہ کسی طرح تحفظ دیا گیا ہے۔ آپ کی بات ٹھیک ہے کہ الجزیرہ نے جو تھوڑی بہت ہمت کی، اتنی ہمت ہماری حکومت بھی نہ کر سکی۔ حکومت نے یہ رپورٹ شائع نہیں کی۔ ہمارے ہاں یہی دستور چلا آتا ہے۔ اگر حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ شائع نہیں ہوئی جو ملک کے دولخت ہونے کے بارے میں تھی تو ان واقعات کی اِس کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔ پاکستان میں کمیشن بنتے ہیں، انکوائری کمیٹیاں بنتی ہیں لیکن یہ سب مٹی پاؤ والا معاملہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کمیشن رپورٹ 8800 صفحے کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ 8800 صفحے کی رپورٹ کون پڑھے گا۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے، تاکہ لوگ اس کے قریب نہ آئیں۔

سوال: اگر امریکی دشمنی اتنی واضح ہے تو پاکستان نے آغاز سے ہی امریکا کا بازو کیوں تھاما۔ خود معمارانِ پاکستان نے بھی امریکا کی طرف دوستی کا ہاتھ کیوں بڑھایا تھا۔

ایوب بیگ مرزا: میرے خیال میں ابتدا بہت صحیح ہوئی تھی۔ آپ نے جو معمارانِ پاکستان کو اس سے الگ کیا ہے، ان کو بھی بیچ میں لے آیئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قائداعظم اور لیاقت علی خان نے امریکا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا، لیکن سیناریو کا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ آج حالات ایسے ہیں کہ آپ ایک شخص یا ایک جماعت کی حمایت کرتے ہیں تو کل حالات بدلنے سے آپ اس کی مخالفت کریں۔ قیام پاکستان سے پہلے 1946ء میں امریکی سینیٹرز کا ایک وفد ہندوستان آیا اور اس نے قائداعظم سے ملاقات کی۔ قائداعظم نے وفد سے واضح طور پر کہا تھا کہ ہم اس خطے میں امریکی مفادات کا تحفظ کریں گے۔ لیاقت علی خان نے 1948ء میں امریکہ کا پہلا دورہ کیا تھا، حالانکہ سوویت یونین کی دعوت پہلے آ چکی تھی۔ اُصولی طور پر جس کی دعوت پہلے آئی تھی اس کی دعوت کو پہلے قبول کیا جانا چاہیے تھا اور وہ دورہ پہلے ہونا چاہیے تھا۔ لیکن انہوں نے روس کی پروا نہ کرتے ہوئے امریکا جانا پسند کیا۔ سوویت یونین اس وقت ایک منکر خدا، منکر مذہب بلکہ مذہب دشمن ریاست تھی۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، مذہب کے نام پر وجود میں آیا تھا۔ لہٰذا اس پس منظر میں سوویت یونین سے دوستی کرنا ممکن نہ تھا۔ قائداعظم نے بھی صحیح رُخ اختیار کیا کہ امریکا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور لیاقت علی خان کا بھی وہاں جانا کافی حد تک درست تھا۔

سوال: پاکستان کو امریکا سے کس نوعیت کے تعلقات استوار کرنا چاہیے تھے؟

ایوب بیگ مرزا: ہم امریکا سے اپنے تعلقات ضرور قائم کرتے لیکن اس میں توازن ضروری تھا۔ المیہ یہ ہے کہ ہم نے سیٹو سنٹو میں شامل ہو کر سوویت یونین کو بتا دیا کہ ہم تمہارے دشمن کے اتحاد میں شامل ہو گئے۔ بڈھ بیر (پشاور) سے اڑنے والے جہاز (U2) نے روس کی جاسوسی کی تھی اِس پر خروشیف نے کہا تھا کہ میں نے پاکستان پر اور پشاور پر سُرخ دائرہ لگا دیا ہے۔ ہم سے یہ غلطی ہوئی کہ امریکا کے لیے سوویت یونین کی جاسوسی کرنے لگے، اور امریکی ہاتھوں میں کھیلنے لگے۔ ہم نے سوویت یونین کی دشمنی میں ہر کام کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکا کو یہ بات سمجھ آ گئی کہ پاکستان دوسری سپر پاور سے بالکل کٹ گیا۔ اب امریکا نے اس دوستی کو غلامی اور آقائی کے رشتے میں تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ اس لیے کہ اسی

معلوم ہو گیا کہ یہ چھوٹا سا ملک تنہا ہو گیا ہے، اب اس کے پاس دوسرا سہارا نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے پاکستان کو ایسا ملک سمجھ لیا کہ جس کی جغرافیائی اور عسکری لحاظ سے بڑی اہمیت ہے۔ اب اُس نے ہمیں چرکے لگانا شروع کر دیے۔

سوال: قائداعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری شہ رگ پر بھارت کا پاؤں ہے۔ اُسے آزاد کرانے میں امریکا نے پاکستان کا کس حد تک ساتھ دیا۔

ایوب بیگ مرزا: جنگ عظیم دوم کے بعد امریکا واضح طور پر سپر پاور بن گیا۔ ویسے تو اس کی یہ حیثیت پہلے ہی بن چکی تھی لیکن ابھی تک دنیا کو معلوم نہیں تھا۔ یوں کہہ لیجیے کہ وہ پہلے سویا ہوا شیر تھا اور 1945ء کے بعد وہ غرایا اور دنیا کو نظر آیا۔ امریکا نے اپنے غلبہ کے لیے ایک سٹریٹیجی بنائی تھی اور اپنے دشمنوں کی فہرست تیار کی، تاکہ واضح ہو کہ ہمیں کس ترتیب سے انہیں ختم کرنا ہے۔ اس سٹریٹیجی کے مطابق طے کیا گیا کہ سب سے پہلے فوری دشمن کو ختم کیا جائے۔ امریکا کا فوری دشمن سوویت یونین تھا، جو ایک طاقتور ایٹمی ملک اور کمیونزم کا مرکز ہونے کی بنا پر امریکا کے سرمایہ دارانہ نظام کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتا تھا۔ لہٰذ پروگرام یہ تھا کہ پہلے مرحلے میں کمیونزم کے حامل سوویت یونین اور مشرقی یورپ کے ممالک ان کو اپنے راستے سے ہٹایا جائے۔ جب یہ راستے سے ہٹ جائیں گے تو پھر ہم سپریم پاور بن جائیں گے۔ اس کے بعد ہمیں سرمایہ دارانہ نظام کے مدمقابل اسلام سے نمٹنا ہے۔ چنانچہ پہلے سوویت یونین کو ختم کیا گیا اور ایک ملحد خدا دشمن ملک کو ختم کرنے کے لیے امریکا نے مذہبی ریاستوں کی مسلمان شخصیات کی حمایت حاصل کی۔ اس مرحلے میں مسلمان ممالک سے مفاہمت کی پالیسی اپنائی گئی، لیکن ساتھ ہی پوری طرح احتیاط کی گئی کہ کوئی بھی مسلمان ملک اس قدر طاقت حاصل نہ کر لے کہ دوسرے مرحلے میں جب اسلامی ملکوں کے خلاف اقدام کیا جائے تو بھر پور مزاحمت کرے۔ لہٰذا پہلے مرحلے میں بھی دوسرے مرحلے کا کچھ نہ کچھ کام کیا جاتا رہا۔ اسی پالیسی کے تحت امریکا نے پاکستان کو کشمیر حاصل کرنے نہیں دیا۔ کشمیر کے علاوہ پاکستان کو دولخت کرنے بھی امریکا کا ہاتھ تھا، جیسا کہ اس وقت کے امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے کہ بنگلہ دیش کی علیحدگی کے معاملے میں امریکا انڈیا کی پشت پر تھا۔ لہٰذا وہ ساتھ ساتھ ایسے کام کرتا چلا گیا۔ کشمیر اگر پاکستان کو ملتا تو امریکا کے لیے دو مسئلے پیدا ہونے تھے۔ پہلا یہ کہ پاکستان زرعی، صنعتی اور اقتصادی لحاظ سے ایک مضبوط ملک بن سکتا تھا۔ دوسرا یہ کہ بھارت سے اس کا کوئی جھگڑا باقی نہ رہتا۔ وہ ایک دوسرے کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لیے امریکا سے رجوع نہ کرتے۔ بلیوں کی اس لڑائی میں روٹی تقسیم کرتے کرتے امریکا ساری ہضم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پاکستان کے لیے کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہونے دیا۔ یہاں تک کہ اس 62ء میں جبکہ پاکستان پر ایوب خان کی حکومت تھی، ہند چینی جھڑپیں ہوئیں، تو چین نے پاکستان کو باقاعدہ یہ پیغام بھیجا ہے کہ اس وقت کشمیر کا محاذ بالکل خالی ہے۔ ہندوستان کا کوئی فوجی وہاں نہیں ہے۔ آپ کو وہاں واک اوور مل جائے گا۔ آپ پیدل چل کر کشمیر پر قبضہ کر لیں۔ لیکن پاکستان نے اس موقع سے فائدہ نہیں اُٹھایا، کیونکہ امریکا نے صدر ایوب کو یہ یقین دہانی کرا دی تھی کہ پاکستان ایسی صورت حال میں یہ کام نہ کرے، ہند چینی جنگ کے بعد مذاکرات کے ذریعے آپ کو کشمیر دلا دیا جائے گا۔ لہٰذا خود امریکا کے مفاد میں یہ بات نہیں تھی کہ پاکستان کشمیر حاصل کرتا۔ اس نے ہر جگہ اپنے دوست پاکستان کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم خود اپنے اقتدار اور ذاتی مفادات کی ہوس میں امریکا کے شکار ہوئے، اور ہمارے لوگوں کے ذریعے اس نے یہ سارا کام کیا۔

سوال: امریکا پاکستان کی گزشتہ نصف صدی سے کئی ارب ڈالر مدد کر چکا ہے، پھر بھی پاکستان اپنے پاؤں پر کیوں کھڑا نہیں ہو سکا۔

ایوب بیگ مرزا: کہتے ہیں کہ دشمن کے بچے سے بڑی محبت کا اظہار کر کے اسے کسی چیز کا نشہ لگوا دیں۔ اب کسی اور کو اسے تباہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ نشہ خود اس کو تباہ کر دے گا۔ اصل میں یہ بھی ہمیں تباہ کرنے کا ایک راستہ تھا کہ پاکستان کو قرض کا نشہ لگا دیا گیا۔ پھر پاکستان اس نشہ کا عادی ہو گیا۔ اور ہمارے کرپٹ سیاستدانوں، خائن فوجی اسٹیبلشمنٹ، اور بددیانت بیوروکریسی نے اپنے مفادات کے لیے اس ملک کو داؤ پر لگا دیا۔ کہتے ہیں کہ پاکستانیوں کی دولت اگر باہر سے منگوالی جائے تو تمام قرضے فوری طور پر ادا ہو جائیں۔ لہٰذا وہ جو امداد آتی رہی اس کا بہت بڑا حصہ اور ان کے پرسنل اکاؤنٹس میں جاتا رہا۔ امریکا یہ سمجھتا تھا کہ اس بددیانتی سے یہ معاشی طور پر مقروض ہوں گے اور اپنے پاؤں پر نہیں کھڑے ہو سکتے۔ گویا وہ دشمن کا رول ادا کر رہا تھا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا دوسرے مرحلے میں امریکا کو اسلامی ریاستوں سے نمٹنا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اسلامی ملکوں میں اگر کسی فوج میں کوئی جان ہے، اور کسی موڑ پر وہ اسلامی فوج بن سکتی ہے تو وہ صرف پاکستانی فوج ہے۔ 1967ء کی جنگ کے بعد اسرائیل نے کہا تھا کہ عربوں سے ہمارا مقابلہ ہی نہیں ہے۔ ہمارا اصل مقابلہ تو پاکستان سے ہے۔ پاکستان میں آج تک جتنے وزراء خزانہ آئے ہیں وہ سب امریکی مفادات کا تحفظ کرتے تھے۔ صرف ڈاکٹر مبشر حسن ایک ایسے وزیر خزانہ رہے ہیں جنہیں شاید امریکی آشیر باد حاصل نہیں تھی، اسی لیے وہ جلد ہی فارغ ہو گئے۔ امریکا نے ہر وزیر خزانہ کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا، یہاں تک کہ ہمارا وزیر اعظم بھی ان کی آشیر باد سے بنتا رہا۔ یہ انہوں نے اس لیے کیا، تاکہ یہ ملک اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکے۔ اس لیے کہ جو ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا (جیسے کہ برازیل) وہ امریکی غلامی قبول کرنے سے انکار کر دے گا۔

سوال: نواز شریف کے دورۂ امریکا سے بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں، لیکن اب یہ کہا جا رہا ہے کہ نواز شریف کو سننے نہیں سنانے کے لیے بلایا گیا تھا۔

ایوب بیگ مرزا: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس معاملے میں نواز شریف کے دوستوں، وزیروں اور ساتھیوں نے بڑی حماقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ اتنی توقعات وابستہ کر لی گئیں۔ اس دورے کے حوالے سے میں نواز شریف کو مظلوم اور بے بس شخص سمجھوں گا۔ ایک ناتواں شخص جو اپنے پیکر خاکی میں جان نہیں رکھتا تھا، ایک بہت بڑے دشمن کے سامنے چلا گیا۔ لہٰذا نواز شریف کے بارے میں جو کہا گیا کہ انہیں سننے نہیں سنانے کے لیے بلایا گیا، یہ درست ہے۔ امریکا نے بڑا تحقیر آمیز رویہ اختیار کیا کہ ہمارے وزیر اعظم نواز شریف جان کیری سے ملنے ان کے آفس میں گئے۔ پروٹوکول کے بھی کوئی تقاضے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عافیہ صدیقی کا معاملہ تسلیم نہ کیا گیا۔ ڈرون حملوں کے معاملے میں یہ نواز شریف کی کسی قدر خوش قسمتی ہے کہ اس موقع پر عالمی سطح پر ڈرون حملوں کے خلاف آواز اُٹھ گئی۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ آ گئی۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک مظلوم کی حیثیت سے گئے تھے، مظلوم کی حیثیت سے واپس آ گئے۔

[مرتب: ابو اکرام]

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

کون ہے؟ کوئی ہے؟ کوئی تو ہو!

اوریا مقبول جان

یونانی دیومالا کے ایک کردار سوفوکلیس کو دیوتاؤں نے یہ سزا دی تھی کہ وہ ایک بھاری پتھر اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی تک لے جائے اور وہاں پر کھڑا ہو۔ دیوتا اسے واپس لڑھکا دیتا اور سوفوکلیس کو پھر سے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچانے کے لیے کہتا۔ وہ پھر اسی مشقت سے گزرتا اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔ اس لاحاصل محنت کے عمل پر دنیا جہان کے معاشروں میں ضرب الامثال اور محاورے موجود ہیں جن میں انگریزی زبان کا محاورہ ''Reinventing the wheel'' اپنے اندر معانی کا سمندر سموئے ہوئے ہے۔ اس کا لفظی مطلب ہے ''پہیے کو دوبارہ ایجاد کرنا''۔ پہیہ انسان کی سب سے قدیم ایجاد سمجھا جاتا ہے' اسی کی بنیاد پر دنیا کی تمام مشینی زندگی نے ترقی کی۔ تانگے ریڑھی سے جہاز اور عام سے چرخے سے بڑی بڑی ملوں کی مشینری تک میں پہیے کی کارفرمائیاں موجود ہوتی ہیں۔ یہ محاورہ کسی کیے ہوئے کام کو دوبارہ کرنے کے بارے میں کہتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہے' جیسے پہیے کو ازسرنو ایجاد کیا جائے۔ یہ وہ شغل ہے جو یا تو بے کاری میں کیا جاتا ہے یا پھر ایک مخصوص بدنیتی کے ساتھ کسی کام کو تکمیل سے روکنے کے لیے پہلے لوگوں کو اس میں مصروف کیا جاتا ہے اور پھر جب وہ اس کام کی تکمیل کے قریب ہو جاتے ہیں' اور جب ان کی آنکھوں میں کامیابی کے ستارے چمکنے لگیں تو پوری عمارت کسی نہ کسی بہانے دھڑام سے گرا دی جائے اور کہا جائے کہ اب اسے دوبارہ تعمیر کرو۔ یہ بدنیتی کی بدترین مثال ہے اور اگر اسے عملی شکل میں دیکھنا ہو تو حکومت پاکستان کی وہ روش ایک مثال کی حیثیت رکھتی ہے جو اس نے سود کے خاتمے کے لیے گزشتہ 68 سال سے اختیار کر رکھی ہے۔ ملک کے بانی اور بابائے قوم حضرت قائد اعظم نے یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بینک کے افتتاح پر سود کے خلاف جہاد کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"I shall watch with keenness, the work of your research organization in evoving banking practices compatible with Islamic ideas of social and economic life."

''میں انتہائی دلچسپی سے ذاتی طور پر آپ کے تحقیق کے ادارے کے کام کا جائزہ لیتا رہوں گا جو وہ ایسے بینکاری نظام کو ترتیب دینے میں سرانجام دے گا جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی اصولوں پر مبنی ہو۔''

بابائے قوم کا یہ آخری خطاب تھا اور یوں لگتا ہے یہ ایک ایسے شخص کا خطاب تھا جو مغرب کے سودی نظام اور اس سرمایہ دارانہ غلاظت کو بھی سمجھتا ہے اور اسلام کے معاشی نظام کی برکات سے بھی واقف ہے۔ تقریر میں آگے چل کر قائداعظمؒ نے جس طرح مغرب کے معاشی نظام کو تنقید کا نشانہ بنایا وہ ایک سچے اور راسخ العقیدہ مسلمان کا خاصہ ہے۔ آج اگر ایسی گفتگو کی جائے تو آپ کو رجعت پسند' بنیاد پرست اور فرسودہ سوچ کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ جو قوم قائداعظم کو آج تک سیکولر ثابت کرنے کی جدوجہد میں لگی ہو وہ اس حکم نامے پر کیسے عمل کرتی۔ سود سے محبت کرنے والی بیوروکریسی اور سیاسی قیادت نے یہ کام تحقیق کے ادارے کے سپرد کر کے سکون کی چادر تان لی۔

اکیس سال بعد 1969ء میں اسلامی مشاورتی کونسل نے ڈھاکہ کے اجلاس میں بینک کے قرضوں' پرائز بانڈوں' انشورنس اور دوسرے ایسے تمام کاروبار کو حرام قرار دے دیا' اس کے بعد خاموشی۔ الیکشن ہوا' جمہوری حکومت کا قیام عمل میں آیا' آئین ترتیب دیا گیا اور اس کے آرٹیکل 37 نے حکومت پر ذمہ داری عائد کی کہ وہ جلد از جلد سود کا خاتمہ کرے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے پانچ سال خاموشی سے گزرے۔ ضیاء الحق نے 29 ستمبر 1977ء کو اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ ذمہ داری سونپی کہ کوئی متبادل نظام ترتیب دے جو اسلام کے اصولوں پر مبنی ہو۔ 25 جون 1980ء کو انہوں نے ایک جامع متبادل نظام ترتیب دے کر رپورٹ حکومت کو جمع کروا دی۔ خاموشی پھر بھی قائم رہی۔ 1981ء میں شریعت کورٹ بنی لیکن بدنیتی کے اس عالم میں کہ اس پر دس سال کے لیے مالیاتی معاملات زیر غور لانے پر پابندی لگا دی گئی۔ دس سال ختم ہوئے' لوگ شریعت کورٹ چلے گئے اور 14 نومبر 1991ء کو اس نے طویل بحث کے بعد بینک کے سود کو حرام قرار دے دیا۔

اس کے بعد کی کہانی عدالتی جدوجہد کی کہانی ہے۔ ایک جانب حکومت ہے' خواہ نواز شریف کی ہو' بے نظیر یا پرویز مشرف کی اور دوسری جانب وہ چند دیوانے ہیں جو عدالت میں جا کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق جنگ لڑتے ہیں۔ 23 دسمبر 1999ء کو ملک کی اعلیٰ ترین عدالت نے تاریخی فیصلہ دے کر بینک کے سود اور دیگر متعلقہ کاروبار وغیرہ کو حرام قرار دے دیا۔ 6 جون 2002ء کو سپریم کورٹ نے نظر ثانی کی اپیل کی سماعت کی اور شریعت کورٹ کو ازسرنو سماعت کے لیے کہہ دیا۔ پرویز مشرف اور آصف زرداری کے بارہ سال شرعی عدالت میں ان فائلوں پر گرد پڑتی رہی۔ لیکن معلوم نہیں کیوں اب گرد جھاڑ کر ان تمام افراد کو نوٹس دیئے گئے ہیں جو 1991ء سے اس سود کے خلاف جنگ میں صف آراء تھے۔ ان میں مرحوم عبدالودود خان صاحب کو بھی نوٹس بھیجا گیا ہے جو مرتے دم تک یہ جدوجہد کرتے رہے اور آخر میں اپنی تمام متاع جو چند کاغذات اور نوٹس تھے مجھے سونپ گئے۔ اب دوبارہ سے بحث کا آغاز ہو گا' پھر سے معاشیات کی کتابیں کھلیں گی' حکومتی مجبوریاں بتائی جائیں گی اور کئی سال اسی میں بیت جائیں گے۔ اس منصوبے کا اندازہ ان چودہ سوالوں سے ہوتا ہے جو ان تمام افراد کو دیے گئے جو اس پٹیشن میں فریق ہیں۔ ان تمام سوالوں پر ایک طویل بحث کئی سال پہلے سپریم کورٹ میں ہو چکی اور سپریم کورٹ نے 1999ء کے فیصلے میں ان کا جواب بھی دے دیا ہے۔ یہ سوال اس قوم کے سامنے ہیں اور ساتھ یہ سوال بھی کہ کیا سود کی جنگ ان چند دیوانوں کی ذاتی جنگ ہے' کیا ان کا کوئی قتل کا مقدمہ ہے یا جائیداد کا جھگڑا کہ جس کے لیے یہ دیوانہ وار عدالتوں میں گھومتے پھریں اور بار بار دلائل دیں۔ یہ تو آئین پاکستان کے تحت اس حکومت کی ذمہ داری ہے جسے اٹھارہ کروڑ عوام نے منتخب کیا ہے۔ سوال ملاحظہ کیجیے:

(1) تفاسیر کی روشنی میں ''ربا'' کی مستند تعریف کیا ہے۔ کیا ربا' سود (usury) اور انٹرسٹ میں کوئی فرق ہے۔ کیا ربا کا اطلاق اس انٹرسٹ پر بھی ہوتا ہے جو بینک اور مالیاتی ادارے تجارتی اور پیداواری مقاصد کے لیے دیے گئے قرضوں پر وصول کرتے ہیں؟

(2) قرض کی تعریف کیا ہے۔ کیا قرض اور ادھار (loan) مترادف اصطلاحات ہیں۔ قرآن میں قرض کن معنوں میں استعمال ہوا ہے؟

(3) کیا بیع جس کو قرآن نے حلال قرار دیا ہے اس کا تعلق بینکوں کے سود سے ہے؟

(4) ربا الفضل کیا ہے اور موجودہ زمانے کے بینکوں پر اس کا اطلاق کیسے ہو؟

(5) ربا کی حرمت کی علت کیا ہے اور مختلف علماء کی قرآن وسنت کی حوالے سے تعبیر کیا ہے اور اس کے اخلاقی اور قانونی مضمرات کیا ہیں؟

(6) آئین پاکستان کے مطابق شرعی عدالت قرآن وسنت کے مطابق کسی قانون کو اسلامی یا غیر اسلامی قرار دیتی ہے۔ قرآن وسنت کے صریح احکام کی موجودگی میں علماء کی رائے کی اہمیت کیا ہے؟

(7) کیا سود کی حرمت کا اطلاق غیر مسلم شہریوں پر بھی ہوتا ہے اور کیا غیر مسلم حکومتوں سے لیے گئے قرضوں پر بھی اس کا اطلاق ہوگا؟

(8) قرض کے معاملے میں کرنسی کی قیمت کم ہونے' افراط زر یا انڈکشن کے معاملے میں جائز و ناجائز کے متعلق علماء کی رائے کیا ہے؟

(9) قرآن میں مذکور ''رأس المال'' کی تعریف میں اگر کاغذی نوٹ کی قیمت کم ہو جائے اور وہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اصل رقم سے زیادہ ادا کرے تو کیا وہ ربا ہوگا؟

(10) کیا مضاربہ اور مشارکہ صحیح اسلامی متبادل ہیں؟

(11) مطالبات زر پر چھوٹ یعنی بلوں پر ڈسکاؤنٹ دینے کا شرعی متبادل کیا ہے؟

(12) اسلامی تحویل کے مقاصد کیا ہیں؟

(13) بینک کرنٹ اکاؤنٹ جس طرح متعین کرتا ہے کیا وہ شریعت کے مطابق ہے؟

(14) اگر سود ختم کر دیا جائے تو ماضی میں بیرونی ممالک سے جو قرض لیے ہیں جن میں غیر مسلم ممالک بھی شامل ہیں ان کے بارے میں کیا طریقہ کار ہوگا؟

یہ تمام سوالات 1999ء کے گیارہ سو صفحات کے فیصلے میں تفصیل سے زیر بحث لائے جا چکے ہیں اور ان پر فیصلہ بھی دیا جا چکا ہے۔ لیکن اب وفاقی شرعی عدالت میں ان پر پھر بحث کا آغاز ہوگا۔ لیکن میں قوم کے سامنے ایک سوال چھوڑے جا رہا ہوں۔ وہ لوگ جو بجلی' گیس' پانی بند ہونے پر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں' جو ناجائز قتل پر بازار بند کر دیتے ہیں، کیا قیامت کے دن اللہ کے اس سوال کا جواب دے سکیں گے کہ میں اور میرا رسول ﷺ ربا کے خلاف جنگ کا اعلان کر چکے تھے اور تم ایک آواز بھی بلند نہ کر سکے۔ اس خاموشی کا روز محشر ہمارے پاس کیا جواب ہوگا؟ وہ تمام علماء' سیاسی جماعتیں جو اسلام اور آئین کی بالادستی پر تحریکیں چلاتی ہیں' جیلیں بھرتی ہیں' ماریں کھاتی ہیں اور کہتی ہیں ہم ایک جنگ لڑ رہی ہیں' کیا ان کے نزدیک اللہ کی شروع کی گئی جنگ اس قابل بھی نہیں کہ ان کے ماتھے پر پسینہ آ جائے' ان کے دل بے چین ہو جائیں' ان کی زبانیں اس جنگ کے حق میں گفتگو کرنے لگیں؟ لوگ کہتے ہیں یہ کار لا حاصل ہے' لیکن آخرت پر یقین ہو تو اس کا حاصل تو عظیم تر ہے۔ کون ہے جو اس معرکے میں اللہ کے لیے دشمنی اور اللہ کے لیے دوستی کا اعلان کرے؟ کون ہے؟ کوئی ہے؟ کوئی تو ہو!

☆☆☆

حرف حزیں

پھر ایک کارواں لُٹا

نعیم صدیقیؒ

مرے حضورؐ! دیکھیے! پھر آ گیا مقامِ غم
بہ سایۂ صلیب پھر بھرے ہیں ہم نے جامِ غم
کنارِ نیل چھا گئی، پھر ایک بار شامِ غم
پھر ایک حادثہ ہوا، پھر ایک کارواں لُٹا
خود اُس کے پاسبان تھے، وہ جن کے درمیاں لُٹا
بدستِ دشمناں نہیں، بدستِ دوستاں لُٹا

پھر ایک بار کوئے یار میتوں سے پٹ گئی
جنوں کی کھیتیاں پکیں، سروں کی فصل کٹ گئی
حضورؐ کی سپاہ کی، اک اور صف الٹ گئی
ہر اک صدی کے دشت میں ہمیشہ کارواں لُٹا
ہمارے اپنے راہزن! ہمارے اپنے راہ نما
ہمارے پیارے بھیڑیئے ہمارے پیارے اژدہا

ہر ایک دور وقت کا، خود اپنا اک یزید ہے
ہر ایک دور کا حسین بے گنہ شہید ہے
جدھر جدھر گرا ہے خوں، یہی رہِ امید ہے
——— پھر ایک کارواں لُٹا

صلیبِ جبر گڑ گئی، وہ چوب دار آ گئے
صداقتِ حسیں! ترے، وہ جاں نثار آ گئے
بہت سے لاالٰہ خواں، کنار دار آ گئے
——— پھر ایک کارواں لُٹا

فراعنہ کی سرزمیں، ہمیشہ خوں بہ جام ہے
ہمیشہ خوں بجام ہے، وہ پھر بھی تشنہ کام ہے
یہ اک جہانِ بے سکوں! جسے سکوں حرام ہے
——— پھر ایک کارواں لُٹا

یہ انقلاب دیو ہے، لہو کی بھینٹ مانگتا
یہ خود ہی مدعی بھی ہے، یہ خود ہی صاحبِ قضا
یہ قافلے کا راہزن! یہ قافلے کا رہنما
——— پھر ایک کارواں لُٹا

(مرسلہ: قاضی عبدالقادر، کراچی)

خصوصی رپورٹ

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

''انسدادِ فحاشی: ایک اہم دینی تقاضا''

کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی مختصر روداد

مرتب: ندیم احمد

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ''انسداد فحاشی: ایک اہم دینی تقاضا'' کے عنوان سے 3 نومبر 2013ء کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ایک خصوصی سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں رفقائے تنظیم اور احباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ سیمینار کا باقاعدہ آغاز صبح پونے گیارہ بجے قاری احمد ہاشمی صاحب کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ بعدازاں سکالرز نے موضوع گفتگو پر اظہارِ خیال کیا۔ سٹیج سیکریٹری کی ذمہ داری تنظیم اسلامی کے ناظم نشر واشاعت مرزا ایوب بیگ نے انجام دی جبکہ صدارت امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے فرمائی۔ مقررین میں مولانا عبدالغفار روپڑی' ڈاکٹر اعجاز اکبر خواجہ' ڈاکٹر محمد امین اور جسٹس نذیر احمد غازی شامل تھے۔

ڈاکٹر اعجاز اکبر خواجہ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فحاشی و بے حیائی کی روک تھام کے لیے ماں کی گود ہی نہیں' کوکھ کا بھی اہم کردار ہے۔ اسلامی ماحول میں تربیت پانے والی نسل زندگی بھر بھٹک نہیں سکتی۔ بدقسمتی سے فکر معاش نے والدین کو بچوں کی اخلاقی تربیت اور ان کے نصاب تعلیم سے بے گانہ کردیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاشرے کی دینی اور اخلاقی تربیت منبر و محراب کے وارث علماء کرام کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اخلاقی جرأت نہ ہونے کے سبب وہ فحاشی کو کنٹرول کرنے سے قاصر ہیں۔ فحاشی کے خلاف مل جل کر جہاد کرنے میں ہی فلاح ہے۔

فحاشی و عریانی میں مبتلا معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے
حکومت طاقت کے ذریعے فحاشی و عریانی روکے
عبدالغفار روپڑی

مولانا عبدالغفار روپڑی نے کہا کہ فحاشی کے مرتکب افراد کا حسب نسب پاکیزہ نہیں رہتا۔ حیاء ایمان اور بے حیائی کفر ہے۔ فحاشی و عریانی میں مبتلا معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اسلام پاکیزہ دین ہے، اس پر عمل پیرا ہو کر صالح معاشرہ وجود میں لایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عریانی و فحاشی کے تمام دروازوں کو بند کرنے کے لیے ہمیں علم جہاد بلند کرنا ہوگا۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ طاقت کے ذریعے فحاشی اور عریانی کو روکے، ورنہ قیامت کے دن سخت جوابدہی کے لیے تیار رہے۔

ہمارے معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کا فتنہ روشن خیالی کے نام سے پروان چڑھ رہا ہے۔ ہمیں شخصی اور جماعتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر فحاشی کے اس سیلاب کو روکنا ہوگا
حافظ عاکف سعید

معروف اسلامی سکالر ڈاکٹر محمد امین نے کہا کہ میڈیا کے برے اثرات سے بچنے کے لیے کوئی شعوری کوشش نہیں ہو رہی۔ انہوں نے کہا کہ کسی ایک فرد میں تبدیلی معاشرے میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ نوجوان نسل کو مغربی تہذیب کی یلغار سے بچانا ہمارا اوّلین ٹارگٹ ہونا چاہیے جس کے لیے ہمہ جہتی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ دورِ حاضر کے بے لگام میڈیا نے دینی طبقات کی گزشتہ نصف صدی کی کوششوں کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ فحاشی اور عریانی کی روک تھام کے لیے دینی جماعتوں کو اجتماعی تحریک چلانا ہوگی۔

جسٹس نذیر احمد غازی نے کہا کہ پیپلز پارٹی اور جنرل پرویز مشرف فحاشی و عریانی پھیلانے کے ایجنڈے پر عمل پیرا رہے۔ ہمیں تفرقہ بازیوں سے بالاتر ہو کر فحاشی و عریانی کی روک تھام کے لیے عملی جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا۔ انہوں نے ملی مسائل کی نشاندہی اور ان کی روک تھام کے لیے تنظیم اسلامی کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا اور انسداد فحاشی مہم کو مؤثر بنانے کے لیے مفید تجاویز بھی دی۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ ملک میں فحاشی اور بے حیائی کا فروغ شیطانی ایجنڈا ہے۔ بے حیاء انسان شرف انسانیت سے گر کر حیوانیت کی سطح پر آجاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں فحاشی اور بے حیائی کا فتنہ روشن خیالی کے نام سے پروان چڑھ رہا ہے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے بڑے پیمانے پر عریانی و فحاشی پھیلا کر لوگوں کے جنسی جذبات مشتعل کیے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں انتہائی شرمناک جنسی جرائم فروغ پا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ اس وقت دنیا میں شیطان کے ایجنٹ کا رول ادا کر رہے ہیں۔ ان کی سرپرستی میں اخبارات، رسائل، ٹی وی چینلز، سائن بورڈ اور انٹرنیٹ بے حیائی کے فروغ کا ذریعہ بن چکے ہیں۔ عریانی و بے حیائی کی وجہ سے ہماری نسلیں تباہ اور عاقبت خراب ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ فحاشی اور عریانی کے حوالے سے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر میں کوئی اختلاف رائے نہیں پایا جاتا۔ ابلیسیت اور دجالیت کے اس دور عروج میں ہمیں شخصی اور جماعتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر بے حیائی اور فحاشی کے سیلاب کو روکنا ہوگا۔ اُسی روز سے تنظیم اسلامی نے اخبارات' رسالوں' ٹی وی چینلز' سائن بورڈ اور انٹرنیٹ کے ذریعے سے پھیلائی جانے والی فحاشی پر پابندی لگانے کے لیے ''ملک گیر دستخطی مہم'' کا آغاز بھی کردیا۔ دن ایک بجے یہ سیمینار اختتام پذیر ہوا۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فرقان دانش

سید ابوالاعلیٰ مودودی اورنگ آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد میں ایک مشہور بزرگ خواجہ قطب الدینؒ مودود چشتی گزرے ہیں، جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے شیخ الشیوخ تھے۔ سید مودودی کا خاندان انہی خواجہ مودود چشتی کے نام سے منسوب ہو کر مودودی کہلاتا ہے۔ آپ کا گھرانہ ایک مکمل مذہبی گھرانہ تھا۔ مودودی ابتدائی دور کے پورے گیارہ برس اپنے والد کی نگرانی میں رہے اور گھر پر تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں انہیں مدرسہ فرقانیہ اورنگ آباد کی آٹھویں جماعت میں براہِ راست داخل کیا گیا۔ 1914ء میں انہوں نے مولوی کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ اس وقت ان کے والدین اورنگ آباد سے حیدرآباد منتقل ہو گئے جہاں سید مودودی کو مولوی عالم کی جماعت میں داخل کرایا گیا۔ اس زمانے میں دارالعلوم کے صدر مولانا حمید الدین فراہی تھے جو مولانا امین احسن اصلاحی کے بھی استاد تھے۔ تاہم والد کے انتقال کے باعث وہ دارالعلوم میں صرف چھ ماہ ہی تعلیم حاصل کر سکے۔

سید مودودیؒ لکھنے کی خداداد قابلیت کے حامل تھے، اس لیے انہوں نے قلم کے ذریعے اپنے خیالات کو لوگوں تک پہنچانے اور اسی کو ذریعہ معاش بنانے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ایک صحافی کی حیثیت سے انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا اور متعدد اخبارات میں مدیر کی حیثیت سے کام کیا جن میں اخبار ''مدینہ'' بجنور (اُترپردیش) ''تاج'' جبل پور اور جمعیت علمائے ہند کا روزنامہ ''الجمعیۃ'' دہلی خصوصی طور پر شامل ہیں۔ 1925ء میں جب جمعیت علمائے ہند نے کانگریس کے ساتھ اشتراک کا فیصلہ کیا تو سید مودودی نے بطور احتجاج اخبار ''الجمعیۃ'' کی ادارت چھوڑ دی۔ جس زمانے میں سید مودودی الجمعیۃ کے مدیر تھے، ایک شخص سوامی شردھانند نے شدھی کی تحریک شروع کی جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہندو بنا لیا جائے۔ چونکہ اس تحریک کی بنیاد نفرت، دشمنی اور تعصب پر تھی اور شردھانند نے اپنی کتاب میں حضرت محمد ﷺ کی توہین کی اس لیے کسی مسلمان نے غیرت ایمانی میں آ کر اُسے قتل کر دیا۔ اس پر پورے ہندوستان میں ایک شور برپا ہو گیا۔ ہندو دین اسلام پر حملے کرنے لگے اور علانیہ یہ کہا جانے لگا کہ اسلام تلوار اور تشدد کا مذہب ہے۔ انہی دنوں مولانا محمد علی جوہر نے جامع مسجد دہلی میں تقریر کی۔ جس میں بڑی دردمندی کے ساتھ انہوں نے اس ضرورت کا اظہار کیا کہ کاش کوئی شخص اسلام کے مسئلہ جہاد کی پوری وضاحت کرے، تاکہ اسلام کے خلاف جو غلط فہمیاں آج پھیلائی جا رہی ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ اس پر سید مودودی نے ''الجہاد فی الاسلام'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس وقت سید مودودی کی عمر صرف 24 برس تھی۔ اس کتاب کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا: ''اسلام کے نظریہ جہاد اور اس کے قانونِ صلح و جنگ پر یہ ایک بہترین تصنیف ہے اور میں ہر ذی علم آدمی کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس کا مطالعہ کرے۔''

الجمعیۃ کی ادارت اور اخبار نویسی چھوڑ کر سید مودودی حیدرآباد دکن چلے گئے۔ جہاں اپنے قیام کے زمانے میں انہوں نے مختلف کتابیں لکھیں، اور 1932ء میں حیدرآباد سے رسالہ ''ترجمان القرآن'' جاری کیا۔ 1935ء میں آپ نے ''پردہ'' کے نام سے اسلامی پردے کی حمایت میں ایک کتاب تحریر کی جس کا مقصد یورپ سے مرعوب ہو کر اسلامی پردے پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دینا تھا۔ اس کے علاوہ تنقیحات اور تفہیمات کے مضامین لکھے جن کے ذریعے انہوں نے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں سے فرنگی تہذیب کی مرعوبیت ختم کر دی۔ 1938ء میں کانگریس کی سیاسی تحریک اس قدر زور پکڑ گئی کہ بہت سے مسلمان اور خود علمائے کرام کی ایک بہت بڑی تعداد بھی ہندوؤں کے ساتھ مل گئی۔ کانگریس کے اس نظریہ کو متحدہ قومیت یا ایک قومی نظریہ کا نام دیا جاتا تھا۔ سید مودودی نے اس نظریے کے خلاف بہت سے مضامین لکھے، جو کتابوں کی صورت میں مسئلہ قومیت اور مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ اول و دوم کے ناموں سے شائع ہوئی۔

سید مودودی نے ترجمان القرآن کے ذریعے ایک پابندِ اسلام جماعت کے قیام کی تجویز پیش کی اور اس سلسلے میں ترجمان القرآن میں مضامین بھی شائع کیے۔ جو لوگ اس تجویز سے اتفاق رکھتے تھے وہ 26 اگست 1941ء کو لاہور میں جمع ہوئے اور ''جماعت اسلامی'' قائم کی گئی۔ جس وقت جماعتِ اسلامی قائم ہوئی اس میں پورے ہندوستان میں سے صرف 75 آدمی شامل ہوئے تھے۔ اس اجتماع میں سید مودودی کو جماعت کا سربراہ منتخب کیا گیا۔ تقسیم ہند کے بعد سید مودودی پاکستان آ گئے۔ پاکستان میں قائداعظم کے انتقال کے اگلے ہی ماہ یعنی اکتوبر 1948ء میں اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے پر آپ گرفتار ہو گئے۔ گرفتاری سے قبل جماعت کے اخبارات، ''کوثر''، ''جہان نو'' اور روزنامہ ''تسنیم'' بھی بند کر دیئے گئے۔ سید مودودی کو اسلامی نظام کا مطالبہ اُٹھانے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا، لیکن الزام یہ دھرا گیا کہ وہ جہاد کشمیر کے مخالف تھے۔ قرارداد مقاصد کی منظوری سے قبل اس کا متن بھی مولانا مودودیؒ کو ملتان جیل میں دکھایا گیا تھا۔ انہیں 20 ماہ بعد 1950ء میں رہائی ملی۔

اپنی پہلی قید و بند کے دوران انہوں نے ''مسئلہ ملکیت زمین'' مرتب کی۔ ''تفہیم القرآن'' کا مقدمہ لکھا، حدیث کی کتاب ابوداؤد کا انڈکس تیار کیا، کتاب سود اور اسلام اور جدید معاشی نظریات مکمل کیں۔ 1953ء میں سید مودودی نے ''قادیانی مسئلہ'' کے نام سے ایک چھوٹی سی کتاب تحریر کی جس پر انہیں گرفتار کر لیا گیا اور پھر فوجی عدالت کے ذریعے انہیں یہ کتابچہ لکھنے کے جرم میں سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ سزائے موت سنائے جانے کے خلاف ملک کے علاوہ عالم اسلام میں بھی شدید ردِّعمل ہوا۔ جن میں مصر کی اسلامی جماعت اخوان المسلمون کے رہنماء کابل سے علامہ نور المشائخ المجددی، فلسطین کے مفتی اعظم الحاج محمد الحسینی کے علاوہ الجزائر اور انڈونیشیا کے علماء نے حکومت پاکستان سے رابطہ کر کے سید مودودی کی سزائے موت کے خاتمے کا مطالبہ کیا، جبکہ شام کے

دارالحکومت دمشق میں ان کی سزائے موت کے خلاف مظاہرہ کیا گیا۔ بالآخر حکومت نے سزائے موت کو 14 سال سزائے قید میں تبدیل کر دیا۔ تاہم وہ مزید دو سال اور گیارہ ماہ تک زندان میں رہے اور بالآخر عدالت عالیہ کے ایک حکم کے تحت رہا ہوئے۔

1958ء میں مارشل لاء کے نفاذ کی سخت مخالفت کرنے کے بعد اس وقت کے صدر ایوب خان نے سید مودودی کی کتاب ''ضبط ولادت'' کو ضبط کر لیا اور ایوبی دور میں ہی فتنہ انکار حدیث نے سر اُٹھایا اور حکومتی سرپرستی میں ایسا طبقہ سامنے آیا جس کا کہنا تھا کہ اسلام میں حدیث کی کوئی حیثیت نہیں حتیٰ کہ مغربی پاکستان کی عدالت کے ایک جج نے حدیث کے بارے میں شک ظاہر کرتے ہوئے اسے سند ماننے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر سید مودودی نے اسلام میں حدیث کی بنیادی حیثیت کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے دونوں کو اسلامی قانون کا سرچشمہ قرار دیا۔ انہوں نے فتنہ انکار حدیث کے خلاف اپنے رسالے ترجمان القرآن کا ''منصب رسالت نمبر'' بھی شائع کیا۔

مارشل لاء اُٹھنے کے بعد اکتوبر 1963ء میں سید مودودی نے جماعت اسلامی کا سالانہ جلسہ لاہور میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایوب خان کی حکومت نے اس کو روکنے کی پوری پوری کوشش کی اور منٹو پارک کی بجائے بھاٹی دروازے کے باہر تنگ جگہ میں جلسہ کرنے کی اجازت دی۔ بعدازاں لاؤڈ سپیکر استعمال کرنے کی اجازت دینے سے بھی انکار کر دیا گیا۔ 25 اکتوبر کو جلسہ شروع ہوا۔ سید مودودی نے تقریر شروع ہی کی تھی کہ جلسہ گاہ میں موجود نامعلوم افراد نے فائرنگ شروع کی جس سے جماعت اسلامی کا ایک کارکن جاں بحق ہو گیا تاہم سید مودودی بچ گئے۔ ایوب خان نے 6 جنوری 1964ء کو جماعتِ اسلامی کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ سید مودودی اور جماعتِ اسلامی کے 65 رہنماؤں کو گرفتار کر کے قید خانوں میں ڈال دیا گیا۔ اس قید کا دورانیہ 9 ماہ رہا جس کے بعد انہیں عدالت عظمیٰ کے فیصلے پر رہا کر دیا گیا۔

سید مودودی مسلسل خرابیٔ صحت کی بنا پر 4 نومبر 1972ء کو جماعتِ اسلامی کی امارت سے علیحدہ ہو گئے۔ وہ 26 اگست 1941ء کو امیر جماعت مقرر ہوئے تھے اور قید و بند کے وقفہ کے علاوہ 31 سال 2 ماہ اور 8 دن تک جماعت کی امارت پر فائز رہے۔ امارت سے علیحدگی کے بعد انہوں نے تمام تر توجہ تصنیف و تالیف کے کام خصوصاً تفہیم القرآن کی طباعت اور توسیع اشاعت پر مرکوز کر دی۔

چودھویں صدی ہجری میں اس عظیم کتاب کی تالیف نے اس کو صدی کی یادگار بنا دیا۔ اس عظیم علمی خدمت کو مسلمانوں کی تاریخ علم و ادب کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ اس کتاب نے لوگوں کی زندگیوں کے رُخ بدل دیئے، یہ وہاں تک پہنچی جہاں تک سید مودودی کی دیگر تصانیف نہ پہنچ سکتی تھیں۔ اس نے جدید طبقے کو بھی مسخر کیا اور قدیم طبقے نے بھی اقامت دین کا سبق اس کتاب سے سیکھا ہے۔ 1956ء سے 1974ء تک کے عرصے میں آپ نے دنیا کے مختلف حصوں کا سفر کیا۔ اپنے متعدد دوروں کے دوران انہوں نے قاہرہ، دمشق، عمان، مکہ، مدینہ، جدہ، کویت، رباط، استنبول، لندن، نیویارک اور ٹورنٹو کے علاوہ کئی بین الاقوامی مراکز میں لیکچر دیئے۔ انہی سالوں میں آپ نے 10 عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی۔ 1959ء اور 1960ء میں قرآن پاک میں مذکور مقامات کی جغرافیائی کیفیت کا مشاہدہ کرنے کے لیے سعودی عرب، اردن، (بشمول یروشلم) شام اور مصر کا تفصیلی مطالعاتی دورہ کیا۔ انہیں مدینہ یونیورسٹی کے قیام کے سلسلہ میں مدعو کیا گیا۔ آپ 1962ء سے اس جامعہ کے قیام تک اس کی اکیڈمک کونسل کے رکن تھے۔ آپ رابطہ عالم اسلامی کی فاؤنڈیشن کمیٹی کے رکن بھی تھے اور اکیڈمی آف ریسرچ آن اسلامک لاء مدینہ کے بھی رکن تھے۔ آپ کی تصنیفات کا عربی، انگریزی، فارسی، ترکی، بنگالی، جرمن، فرانسیسی، ہندی، جاپانی، سواحلی، تامل، تیلگو سمیت 22 زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے جبکہ مدینہ یونیورسٹی، ریاض، سوڈان، مصر اور دیگر کئی ممالک میں سید مودودی کی کتابیں نصاب تعلیم کا حصہ ہیں۔

1979ء میں سید مودودی کے گردے اور قلب میں تکلیف ہوئی جس کے علاج کے لیے آپ ریاست ہائے متحدہ امریکہ گئے جہاں ان کے صاحبزادے بطور معالج برسرروزگار تھے۔ آپ کے چند آپریشن بھی ہوئے مگر 22 ستمبر 1979ء کو 76 برس کی عمر آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کا پہلا جنازہ بفیلو، ریاست نیویارک میں تنظیم اسلامی کے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے پڑھایا اور پھر آپ کا جسد خاکی پاکستان لایا گیا اور لاہور کے قذافی سٹیڈیم میں آپ کا جنازہ قطر یونیورسٹی کے وائس چانسلر، سابق صدر اخوان المسلمون شام علامہ یوسف القرضاوی نے پڑھایا۔

☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی شاہ پنجو کے نقیب اُسرہ نثار احمد اعوان کی ہمشیرہ انتقال کر گئیں۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم ملتان شہر کے رفیق چودھری طالب حسین کی اہلیہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی تنظیم ملتان (شمالی) کے رفیق مدثر لطیف کی بھتیجی بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔

☆ ملتزم رفیق تنظیم واپڈا ٹاؤن خلیل حامد انصاری کی اہلیہ طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی سوسائٹی کے رفیق یاسین صدیق کی ہمشیرہ انتقال کر گئیں۔

☆ مرکزی مشاورتی رکن و ناظم تربیت و ناظم قرآن اکیڈمی تنظیم (کراچی) سرفراز احمد خان کے بڑے بھائی گزشتہ دنوں رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

☆ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب (شرقی) اسرہ پتوکی کے رفیق اعجاز سعید کی ہمشیرہ خالق حقیقی سے جا ملیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء واحباب سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر حلقہ لاہور شرقی قرۃ العین کا رسولی کا بڑا آپریشن ہوا ہے۔

☆ حلقہ سکھر کے معتمد نصر اللہ انصاری کا بیٹا دل کے عارضے میں مبتلا ہے۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ مسنون نکاح کے خواہشمند 35 سالہ، گریجویٹ، قریشی لڑکے کو دینی گھرانہ سے خوبصورت، دراز قد لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0321-4222068

‘Putting a human face’ on the problem of US drone strikes

Nabila Rehman

Approval of drones by Americans would reduce greatly if people know that innocent civilians are being killed during unmanned strikes, believes Jennifer Gibson, US advocate for the Pakistani family which suffered from the US drone strike.

While the UN claims there have been about 400 civilian victims of American drones in Pakistan, Afghanistan and Yemen in total since 2008, other estimates put that number as high as 900 (Bureau of Investigative Journalism) or even higher, around 3,595 casualties since the drone strikes began.

Whereas the Pakistani defense Ministry has just come out with a shockingly small number of only 67 civilian casualties in drone attacks.

Yet every casualty has a face and a family that mourns its dead. One such Pakistani family has come to the US to face Congress and tell their story.

Rafik Rahim and his children Zubair, 13, and Nbila, 9, who lost their grandmother when she was killed by a drone attack while working in her vegetable garden.

Zubair told RT’s ‘Breaking the Set’ program that he was walking towards his grandmother when he saw a drone fire two missiles. The resulting explosions killed his grandmother and left him unconscious, with a wounded leg. The same drone made a second attack, injuring more members of their family.

Since that incident, Zubair said he is *“living in constant fear”* that something similar could happen again.

‘I’ve never done wrong to anyone, so why did I get hurt?’

Rafik Rahim, who lost his mother, says that on that day he was away from the village buying sweets and gifts for a feast on the following day. When he returned, he saw funeral service preparations and asked who had died. When he learnt that it was his mother, he fainted, dropping everything he had bought on the road.

“I’ve never been in a situation like that and I felt as if a limb was cut from my body,” he said.

Rafik’s message when he spoke to the American Congress was that he just wanted them to be aware that something bad is happening in Pakistan.

“We’re innocent people. I’m just a teacher. I’ve never done anything wrong and my children don’t mean any harm to anyone, neither did my mother,” he said.

He shared his dream with the Congress that drone warfare would cease and they can live peacefully.

He expressed the fear that in the current situation his children will have difficulty finishing their education because they are scared of leaving the house after the incident.

“Ever since the death of my mother, we all live life where everything is upside down,” Rafik shared, stressing that he disagrees the drones help in the fight against terrorism and that they bring constant fear to ordinary people.

Being in the country responsible for his grandmother’s death, Zubair feels no hatred towards Americans because he realizes that in every country, *“just like in Pakistan”*, there are good and bad people.

He pointed out that American President Barack Obama is saying that drones are necessary to fight terrorists, who are definitely bad people.

“But I’m not a terrorist, so that’s why I came here, to tell my story. I’ve never done wrong to anyone, so why did I get hurt?” Zubair questioned.

The Pakistani authorities told Rafik they have nothing to do with drone strikes and redirected him to the Americans.

“That’s why I’m here seeking answers,” he said.

‘We need transparency in the drone program’

Jennifer Gibson, family’s advocate in the US, revealed to RT that previous the advocate working on the case, Shazar Akhbar, was denied an American visa despite the fact that he has previously been granted one many times. But once he took up the drone case, his visa was denied, permanently.

The obvious conclusion is that the US State Department does not want him to come to the US and speak about the case, Gibson said.

"He is a critical voice in this debate... needed to get to the bottom of the impact of what is going on (in Pakistan)," said the American lawyer.

In the meantime only five members of Congress turned up at the hearing where Rahim's family spoke out.

Furthermore, it took a whole six months to arrange documents to bring the Pakistani family to the US.

At the same time Gibson expressed surprised that even five Congressmen showed up, some of them influential members of various commissions of the House of Representatives, adding that just a year ago none of them would have attended such a hearing.

Considering the fact that only 26 percent of Americans disapprove of drone strikes, the lawyer hopes "to put a human face" on the problem to inspire Americans to speak out against drones.

Jennifer Gibson acknowledged that approval of drones would reduce greatly if people knew that innocent civilians are being killed during unmanned strikes.

"Here are three civilians impacted by the US drones strikes," she claimed. *"They need answers - we need transparency in the (drone) program."*

"Maybe if we start putting faces to the numbers, engaging with a human side of this discussion rather than just statistics, we can get people to take action," the lawyer said.

"We're all human beings and by me coming to share my story with other human beings having natural feelings, they will sympathize and realize that we're innocent people," Rafik explained. *"We've done nothing wrong,"* he said.

Those Americans who heard his story could help their case by putting pressure on politicians at home to stop drone strikes.

"Please find a way to end these drones," Zubair said, adding that he constantly hears drones over his head, and can't communicate or play with his friends in a normal way because he fears that one day he is going to end up like his grandmother.

فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا

سانحۂ کربلا

قیمت 35 روپے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت و عظمت
کے بیان پر جامع تالیف

بانئ تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف
کا مطالعہ کیجئے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org

معمار پاکستان نے کہا

قائداعظم نے لندن سے کراچی آمد پر زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خان اور سردار عبدالرب نشتر کے سامنے کہا:

”میں لندن میں امیرانہ زندگی بسر کر رہا تھا، اب میں اسے چھوڑ کر انڈیا اس لیے آیا ہوں کہ یہاں لا الٰہ الا اللہ کی مملکت کے قیام کے لئے کوشش کروں۔ اگر میں لندن میں رہ کر سرمایہ داری کی حمایت کرنا پسند کرتا تو سلطنت برطانیہ جو دنیا کی عظیم ترین سلطنت ہے، مجھے اعلیٰ منصب اور مراعات سے نوازتی۔ اگر میں روس چلا جاؤں یا کہیں بیٹھ کر سوشلزم، مارکسزم یا کمیونزم کی حمایت شروع کر دوں تو مجھے بڑے سے بڑا اعزاز بھی مل سکتا ہے اور دولت بھی۔ مگر علامہ اقبال کی دعوت پر میں نے دولت و منصب دونوں کو تج کر انڈیا میں محدود آمدنی کی دشوار زندگی بسر کرنا پسند کیا ہے، تاکہ ایک ملک وجود میں آئے جس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو۔“

(قائداعظم کا یہ بیان زمیندار لاہور اور ماہنامہ منارہ کراچی میں شائع ہوا۔)